وہ کیا ہے جسکی پردہ داری ہے؟
غیر شیعہ مسلمانوں کی محبت اہلبیت کے دعوٰی
کی حقیقت کا انکشاف!

کہاں تم - کہاں ہم

مؤلفہ:

عبدالکریم مشتاق

وہ کیا ہے جسکی پردہ داری ہے؟
غیر شیعہ مسلمانوں کی محبت اہلبیتؑ کے دعویٰ کی
حقیقت کا انکشاف!

کہاں تم کہاں ہم

مؤلفہ :-
عبدالکریم مشتاق

۷۸۶

اطلاع عام

یہ کتاب شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے عقائد کی روشنی میں تحریر کی گئی ہے لہٰذا ایسے متعصب افراد جو اپنے مذہب پر تنقید پسند نہیں کرتے ہیں۔ اس کا مطالعہ فرمانے کی زحمت گوارہ نہ کریں۔

ناشران

ترتیب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

تمہید

حمدِ خدا اور درود بر محمدؐ و آلِ محمدؐ کے بعد عرض گذار ہوں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک مخلص گھرانہ کسی عبرت خیز حادثہ کا شکار ہو کر بالکل تباہ و برباد ہو گیا۔ چند خدا ترس لوگوں نے اِس خستہ حال گھر کے بچے کھچے افراد سے ہمدردانہ جذبات کا اِظہار کیا۔ رسم و رواج کے مطابق اور تقاضائے اِنسانیت کے تحت افسردہ خاطر ہوئے۔ ان کے جانکاہ مصائب پر رقت سے آنسو بہائے اور اس مظلوم کنبہ کے ظالم دشمنوں کو بُرا بھلا کہا۔ ان پر نفرین کی مگر اسکے برعکس کچھ ایسے اصحاب بھی تھے جن پر اس گھرانے نے بہت احسان کئے تھے اور وہ بظاہر کبھی اس گھر سے وفادار ہونے کے بہت بلند دعوے کیا کرتے تھے مگر دستورِ زمانہ کی طوطا چشمی کے مطابق سروں کو سلام ہوتا ہے۔ آڑے وقت میں بڑے بڑے ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ لہٰذا ایسے ہی لوگوں کی ایک نمایاں جماعت نے نگاہیں پھیر لیں مصیبت زدہ صورتیں دیکھ کر قہقہے اُڑانا شروع کئے۔ بڑی سختی اور درشتی سے رونے دھونے والوں سے پیش آئے، سنگدلانہ سلوک کیا۔ اب ہر شخص باآسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ جو لوگ مصیبت زدہ گھرانہ کے شریکِ ماتم ہوئے وہ دوستِ باوفا کا درجہ پائیں گے یا وہ لوگ

جو ان مصیبت کے ماروں کے مصائب پر دل کھول کر خوشیاں مناتے رہے۔ اور ان کے رونے دھونے پر بھی پابندیاں لگاتے رہے۔

یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ یزید ملعون کے ظلم بے پایاں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گھرانہ ایسا اُجڑا کہ پھر آباد نہ ہو سکا۔ شیعوں نے اس بربادی کے غم میں اپنے گھروں کو "عزاخانہ" بنا لیا۔ آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہا دیئے۔ ہر چیز پر سوگِ خانوادۂ رسولؐ کو ترجیح دی۔ مگر اس کے برخلاف "سُنی" بھائیوں کے مولوی گلی گلی ڈھنڈورا دیتے رہے کہ خبردار "تعزیہ" نہ دیکھنا یہ بُت پرستی ہے۔ مجلس میں نہ جاؤ کہ صحابہ کے نام زیرِ فرش لکھ کر پامال کئے جاتے ہیں۔ "نیاز" نہ کھاؤ کہ تبرا پھونک کر دیجاتی ہے ــــ عزاداروں کا مذاق اُڑایا جاتا رہا ہے۔ ان کی نقلیں کر کے طبیعت کو مسرور کیا جاتا ہے۔ روزِ عاشورہ کو سُنی پیرانِ پیر صاحب نے روزِ عید قرار دیا ہے محرم کے مہینے کی ساتویں تاریخ کو شادی کیلئے سعد ترین بتایا گیا ہے ۱؎۔

حالانکہ غیر مسلم تک، زمانۂ محرم کو وقتِ سوگ سمجھتے ہیں اور حسینؑ کو مسلمانوں کا اوتار سمجھ کر انسانی ہمدردی سے "ایامِ عزا" کا پاس کرتے ہیں۔ کہ ان دنوں میں اس "شہیدِ انسانیت" کا برج آفات میں گھر گیا۔ لیکن غیر شیعہ مسلمانوں کی شانِ بے نیازی کا یہ حال ہے کہ عقیدۂ مطلق یزیدِ لعین کو امام، خلیفہ و شہزادۂ راشد کہتے ہیں۔ نبیؐ کے لال کو نا عاقبت اندیش اور باغی اِعتقاد کرتے ہیں۔ چنانچہ مشہور سُنی امام غزالی نے یزید کے لئے دعائے مغفرت

۱؎ اظہار الہدیٰ (مولوی جہانگیر علی خانصاحب)

کی سفارش سے دریغ نہیں کیا۔ اور علماء نے یہاں تک ہدایت کی ہے کہ سانحۂ کربلاؔ کو بیان نہ کیا جائے کہ اس سے توہینِ صحابہ و بُغضِ اصحاب جنم لیتے ہیں۔

یہاں میری عقل سخت حیران ہے کہ شیعہ لاکھ بداعمال سہی لیکن محبتِ اہلبیتؑ کی خاطر وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو ہمہ تن تیار ہیں مگر غیر شیعہ حضرات پھر بھی ان کو روافض مخالفِ اہلبیتؑ کہتے ہیں اور اہلِ سنّت ہے جن کے ہاں آلِ رسولؐ کے تذکرہ تک کو کرنے میں قباحت ہے اپنے کو مطیع اہلبیتؑ اور حقداران خاندانِ رسولؐ سمجھے ہوئے ہیں۔

پس مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رازِ مستور کو افشاں کر دیا جائے کہ اہلبیتِ اطہار کا اقتدار و مرتبہ غیر شیعہ مسلمانوں کی نگاہوں میں کس درجہ کا ہے اور اس بھید کا بھانڈا پھوڑ دیا جائے کہ دراصل غیر شیعہ مسلمان اس طرح تعمیر عامل ہیں جو سراسر مخالفتِ آلِ محمدؐ سے بھرپور ہے۔ اور محبتِ اہلبیتؑ کا دعویٰ صرف زبانوں تک محدود ہے اور حلق سے نیچے ہرگز نہیں اُترتا ہے۔

اکثر غیر شیعہ مسلمان تمسکِ اہلبیتؑ میں غلط ادعا کرنے والے ہیں اور انھوں نے آلِ رسولؐ کے احکام کو بے وقعت و بے قدر جانا ہے۔ اُن نصائح و مواعظ سے ان لوگوں کو دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے جو اہلبیتِ عظامؑ نے جاری فرمائے۔ اس کے برعکس یہ دعویداران اسلام خاندانِ رسالتؐ کو کج رو، بدراہ، مخلوق کو گمراہ کرنے والے، بدکردار، گستاخِ خدا و رسولؐ وغیرہ جانتے ہیں۔ چنانچہ کتبِ غیر شیعہ ایسے بیہودہ و خلافِ عقل مسائل سے بھرپور ہیں۔ پس ثبوت کے لئے چند جھلکیاں ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں تاکہ زبانی دعویٰ محبت و تمسکِ اہلبیتؑ کے ڈھول کا پول ظاہر ہو جائے۔

زیرِ نظر رسالہ کسی گروہ یا جماعت کی دل آزاری کے لئے تحریر

نہیں کیا گیا ہے۔ بلکہ ایک الزام بے بنیاد کے خلاف اپنی صفائی میں کچھ معروضات ہدیۂ قارئین کر کے ایک شبہ کے ازالہ کرنے کی سعی کی گئی ہے تاکہ اربابِ خرد و انصاف فیصلۂ ناطق فرما سکیں کہ اخلاص مودّۃ و محبت کا معیار کیا ہوتا ہے اور مروجہ مذہب اسلام میں کون سا گروہ خلوصِ نیت سے اجرِ رسالت بحکم قرآن ادا کرنے کی کوششِ ناتمام کر رہا ہے۔

چونکہ حقیر نے تمام عبارات غیر کتابوں سے نقل کر کے اپنے مدّعا میں بطور شواہد پیش کی ہیں اس لئے گذارش ہے کہ غیر کلام کی نقل محض پر اظہار ناراضگی نہ فرمایا جاوے۔ بلکہ معاملہ کو صدقِ دل سے غور فرما کر حقائق سے ہمکنار ہونے کی سبیل ڈھونڈی جائے۔ پھر بھی جہاں تک ممکن ہو سکا ہے میں نے انتہائی کوشش کی ہے کہ مخالفین کے جذبات کو ملحوظ خاطر رکھوں اور کوئی ایسی بات اپنی طرف سے سپردِ قلم نہ کروں جو باعثِ ناگواری ہو۔ لہٰذا ملتمس ہوں کہ میری گذارشات کو محض اس بنا پر رد نہ فرمایا جائے کہ یہ ایک شیعہ کی قلمکاری ہے، بلکہ تعصبِ مذہبی کو برطرف رکھتے ہوئے پوری غیر جانبداری سے مطالعہ فرما کر اپنی رائے قائم فرمائی جاوے، انشاء اللہ حق کا بول بالا ہوگا۔ والسّلام

طالبِ دُعا

عبدالکریم مشتاق

آغاز

(اللہ، رحمٰن و رحیم کے نام سے)

حلفیہ یقین دہانی

میں خداوندِ عظیم اور رسولِ کریم کو گواہ ٹھہرا کر یہ وعدہ باہوش و حواس سپردِ قلم کرتا ہوں کہ اگر میرے غیر شیعہ مسلمان بھائی محبت و اطاعتِ اہلبیتؑ میں صحیح القول ثابت ہو گئے اور مذہبِ اہلسنت بمطابق ارشاداتِ خاندانِ رسالتؐ قرار پا گیا تو مجھے اپنے بڑے بھائیوں سے کوئی پرخاش نہ ہوگی۔ میں ان کو مطیعِ آلِ رسولؐ محبتدار خانوادۂ پیغمبر سمجھ کر ایسی صاف دلی سے پیش آؤں گا کہ جس طرح اپنے پنجتنی حیدری متوالوں کی غلامی کو قبول کئے ہوئے ہوں اور میں اعلانیہ پختہ عہد کے ساتھ یقین دلاتا ہوں اگر فی الحقیقت سنی بھائی ایسے فرمانبردارِ آلِ نبیؐ و حبدارانِ اہلبیتؑ ثابت ہو گئے تو میں مع اپنے کرم فرماؤں کے حلقۂ سنیہ میں داخل ہونا اپنی سعادت سمجھوں گا۔ اور بلا قیل و قال و تاخیر مذہبِ شیعہ ترک کر دوں گا۔

ہاتھی کے دانت

مگر افسوس ہے کہ میرے سنی بھائیوں کے دانت ہاتھی کے ان دانتوں سے بھی بڑے نظر آتے ہیں۔ جو کھانے کے اور، دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔ بلاشبہ عوام فریبی و دھوکہ دہی کی

ہمارے سنی حضرات اطاعتِ اہلبیتؑ اور محبتِ آلِ محمدؐ کے بلند بانگ دعوے کرتے ہیں مگر درحقیقت عملاً وہ خاندانِ رسولؐ سے کوسوں دور ہیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرے ان بڑے بھائیوں کی مثال ایسی ہے کہ یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم یعنی قلب و زبان میں ہرگز اتحاد نہیں ہے اور میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اگر یہ بھائی متمسک بالثقلین رہتے اور رسولؐ کی آخری وصیت کا لحاظ رکھتے تو آج مسلمان یوں تفرقہ بازی کا شکار ہرگز نہ ہوتے۔ بلکہ اتفاقِ باہمی سے ساری کائنات کو تسخیر کر چکے ہوتے اور ہر طرف حق کا غلبہ نظر آتا۔ لیکن صد حیف ہے کہ مسلمانوں نے حیاتِ رسولؐ ہی میں بنیادِ نزاع قائم کر دی اور رسولؐ کو ناراض کیا کہ آپؐ کو "قوموا عنی" کا تازیانہ استعمال کرنا پڑا۔ اور تخلف لشکرِ اسامہ پر درۂ لعنت ہاتھ میں لینے کی ضرورت محسوس ہوئی لیکن پانی سر سے گذر چکا تھا۔ ان معمولی سزاؤں سے کوئی کیا خوف کھاتا۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں دھڑام چوکڑی مچی۔ جی بھر کر گالی گلوچ ہوا۔ نعشِ رسولؐ بیدفن چھوڑ کر حکومت کا معاملہ طے کیا گیا۔ اس اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے ہر طریقہ بروئے کار لایا گیا۔ اور مسلمانوں نے اہلبیتؑ کی محبت کا ثبوت سیدۂ طاہرہ کے دروازے پر آگ روشن کر کے دیا۔ اس معصومہ کو زخمِ پہلو لگا کر اپنی محبت کا یقین دلایا۔ ان کے شوہرِ نامدار کو گرفتار کر کے بازار میں گھسیٹا گیا معاشی پریشانیوں میں مبتلا کر کے اجرِ رسالت کی ادائیگی ہوئی۔ خیر مجھے اسلام کی تباہی کی تاریخ نہیں لکھنی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ رسولِ کریم کی آنکھ بند ہوتے ہی مسلمانوں کی نگاہیں پھر گئیں اور سونے چاندی کی جھنکار نے لوگوں کی آنکھیں چندھیا دیں۔ چنانچہ ڈپٹی نذیر احمد اور علامہ عبد الکریم شہرستانی کے مطابق اسلام میں بہت بڑا اختلاف مسئلۂ امامت پر پیدا ہوا شیعوں نے پرچم

رسولؐ، اہلبیتؑ کو اپنا حاکم و پیشوا اعتقاد کیا اور دیگر مسلمانوں نے اہلبیتؑ کا دامن چھوڑ کر اپنی مرضی سے اپنے پسند کردہ ہادی و سردار بنالئے۔ پس چونکہ اہلسنت کے اولین پیشواؤں ہی نے اہلبیتؑ سے عداوت رکھی اور ان کو محکوم بنانے کی کوشش میں مصروف رہے لہذا ان کا دعویدارِ محبت و اطاعت ہونا محض من گھڑت اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کے مترادف ہے۔

سُنّی سرداروں کا قرآن و اہلبیتؑ سے اختلاف

حدیثِ ثقلین کے سب سے پہلے سننے والے صحابہ تھے۔ ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد بتائی جاتی ہے۔ اور حضرات ثلاثہ خواصِ اصحاب النبیؐ میں سے ہیں اور سنّی مسلمانوں کے امام و سردار ہیں لہذا ہم ایک جائزہ لیتے ہیں۔ کہ ان تینوں نے حدیثِ ثقلین کی کیسی تعمیل فرمائی۔

بزعم اہلسنت یہ بات مشہور ہے کہ حضرت علی علیہ السّلام نے حضرات ثلاثہ کو نبیؐ کے جائز خلفاء سمجھ کر ان کی بعیت کی اور معاملاتِ شرعیہ میں ان کے احکام و فرامین کو واجب الاتباع سمجھا۔ ان کی امامت کو قبول کر کے ان کے پیچھے نمازیں ادا کرتے رہے۔

اب کیوں نہ مذہب شیعہ کے اسی مفروضہ پر مسئلہ کا فیصل حل کرلیا جائے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنی کتاب تحفۂ اثنا عشریہ میں حدیثِ ثقلین کی توضیح اس طرح کرتے ہیں۔

ازیں معلوم شد کہ پیغمبر ما را حوالہ بہ ایں دو چیز عظیم القدر فرمودہ پس مذہبیکہ مخالف ایں ہر دو باشد

شرعاً و عقلاً باطل است۔" یعنی اس حدیثِ ثقلین سے معلوم ہوا کہ حضورؐ نے ہم امت کو ان دو عظیم الشان چیزوں کے سپرد فرمایا ہے۔ لہذا وہ مذہب جو ان دونوں کا مخالف ہو وہ شرعی اور عقلی اعتبار سے باطل ہے۔

اب محدث صاحب کی بیان کردہ وضاحت میں یہ امر قابلِ غور ہے۔ کہ اہلبیتِ رسولؐ مذہب خلفاء ثلاثہ پر تھے۔ یا خلفاء مذہب اہلبیتؑ پر۔ ظاہر بات ہے کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر بعیت کرتا ہے۔ وہ فہرست تابعین میں ہوتا ہے اور بعیت لینے والا متبوع۔ چونکہ خلفاء ثلاثہ نے خاندانِ رسولؐ سے بذریعہ بعیت اپنی اطاعت کروائی اور دیگر عامۃ الناس کی طرح انکو داخل رعایا کیا اور خود سردار بنے اور اہلبیتؑ کو تابعدار بنایا پس معلوم ہو گیا کہ خلفاءِ ثلاثہ نے رسولؐ کے حکم کی تعمیل نہ کی۔ اور جس طرح آنحضرت صلعم نے ثقلین کے حوالے امت کو کیا۔ اور حاکم امرِ دین و دنیا فرمایا۔ اس کے مطابق جو انتظام رسولؐ نے مقرر فرمایا۔ حضرات ثلاثہ اس پر نہ چلے۔ بلکہ حضور صلعم سے مخالفانہ راہ اختیار کر کے انھوں نے وہ عمل کیا جو کہ ایک سچے اطاعت گذار امتی کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔

پس جب سُنّی سرداروں کا مخالفِ رسولؐ ہونا خود انہی کے مزعومہ سے ثابت ہو گیا اور خلافِ حکمِ پیغمبرؐ انھوں نے ثقلین میں سے ایک ثقل کا ساتھ چھوڑ دیا۔ تو پھر ان لوگوں کے زبانی تمسک بالثقلین ہونے کا دعویٰ کیونکر قابلِ قبول ہو گا جو اپنے سرداروں کے اطاعت گذار ہیں۔ وہ سردار جن کو رسولؐ نے محکوم ہونے کی وصیت و نصیحت کی لیکن وہ حاکم بن بیٹھے

بزرگانِ اہلسنّت اور اہلبیتؑ کا اقتدار

وہ تمام اصحاب مثلاً حضرات طلحہ، زبیر وغیرہ اور جناب عائشہ صاحبہ جنھوں نے جنگِ جمل میں قائد نفسِ رسول امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے خلاف قتال کیا نیز اکثر نے معاویہ باغی شام کے دست پر بیعت کر کے اہلبیتؑ کے طرفداروں کا خون بہایا گیا۔ دُنیا کا کوئی صاحبِ عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ وہ مخالفین و محاربین اصل میں اہلبیتؑ سے گہری محبت رکھتے تھے؟ اور اُن کو اہلبیتؑ سے تمسک تھا یا یہ کہ موصوفین کو ارشاداتِ رسولؐ کی پاسداری تھی؟ اب ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں کہ ایسے بزرگوں کے فریفتہ و مرید لوگ اپنے دعویٔ محبتِ آلِ رسولؐ میں سچے ہیں۔ چنانچہ موجودہ صدی کے سُنّی محقق اپنی محبت کا اظہار یوں کرتے ہیں جس طرح کہ مرزا حیرت دہلوی اپنے "اخبار" مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۰۵ء میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ یزید پر لعنت بھیجتے ہیں وہ درپردہ ہزارہا اصحابِ رسولؐ کو گالیاں دیتے ہیں۔ جنھوں نے یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی اور آخر تک اسی بیعت پر قائم رہے۔ اب بہ نظرِ انصاف غور کیجئے کہ جن صحابہ نے یزید پر اجماع کر کے ساری عمر اس کو خلیفہ اور نائبِ رسولؐ اعتقاد کیا۔ وہ کس طرح خاندانِ رسولؐ کے دوست ہو سکتے تھے۔ اِن مذکورہ صحابہ و تابعین نے بچشم خود اہلبیتؑ پر ظلم و جبر ہوتے ہوئے دیکھا مگر مطلق لب نہ ہلائے رسولؐ کی بیٹیاں سر برہنہ گرفتار ہو کر بر سرِ دربار پیش ہوئیں مگر وہ لوگ ٹس سے

مس ہرگز نہ ہوئے۔ بیعتِ یزید پر اس طرح قائم رہے اور کرسیٔ دربار پر ایسے جمے بیٹھے رہے جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہیں کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ اصحاب دیندار، مطیعِ رسولؐ اور طرفدارانِ آلِ رسولؐ تھے۔ مگر میرے سُنّی بھائی ہیں کہ ان کو اصحاب باوفا نہ ماننے پر آمادۂ پیکار ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ حضرات نہ ہی متمسک بالثقلین تھے اور نہ ہی اہلِ بیتؑ کے خیر طلب۔

اِس اجمالی بیان سے اہلسنّت کے اوّلین بزرگوں کا اہلبیتؑ سے حسنِ سلوک اور برتاؤ کا اشارہ ہوا ہے۔ تفصیلی حالات کتب میں مرقوم ہیں۔ دیگ کا دانہ پوری خبر دیتا ہے اور رفتہ رفتہ ہم عوام الناس کو آگاہ کرتے رہیں گے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس مسلک پر سُنّی بھائی رواں دواں ہیں۔ وہ طریقہ اہلِ بیتؑ سے بالکل مختلف ہے۔ اہلسنّت حضرات کو بوجہ علم و دلچسپی آبائی تقلید اور بے علمی اپنے مذہب کے اصلی حالات سے واقفیت نہیں ہے بلکہ مُلّاؤں نے ان پر ایسی بے ہوشی طاری کر رکھی ہے کہ وہ بلا تحقیق یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اُن کے مذہب کے قواعد و ضوابط احکامِ اہلبیتؑ سے ماخوذ ہیں حالانکہ دراصل ان کے علماء کو معلوم ہے کہ ان کے مذہب کو خاندانِ رسولؐ سے کوئی علاقہ ہی نہیں ہے۔ اور اس کا سبب سے اوّل ثبوت یہ ہے کہ امورِ دین میں مذہب سُنّیہ میں کوئی مستند روایت ائمہ اہلبیتؑ سے نقل نہیں کی گئی ہے۔ اور اس سے بڑھ کر یہ کہ پرانے سُنّی علماء نے اہلبیتِ اطہار کے خلاف ایسے رکیک و ناشائستہ کلمات کہے ہیں جن کو پڑھنے اور سننے کے بعد بلا تکلف یہ اقرار کرنا پڑتا ہے کہ حضرات سُنّیہ نے توہینِ اہلبیتؑ میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جب ہم اپنے ائمۂ مذہب

خیالات دیکھتے ہیں تو ہمیں یقین ہونے لگتا ہے کہ شیخ محض نام کے سُنی ہیں اور در حقیقت یہ خوارج ہی کی ایک شاخ اور نواصب ہی کی ایک تصویر ہیں۔ افسوس ہے کہ زبانی کلامی اہلبیت کے معتقد یہ حضرات جب امورِ متنازعہ پر گفتگو کرتے ہیں تو خاندانِ رسولؐ کہ جن کا اِتباع بحکم حدیثِ ثقلین ضروری ہے اور از روئے قرآن لازمی ہے اِن مقدس ہستیوں کی تذلیل و اہانت پر آمادہ ہو کر اپنے بغض کا بیّن ثبوت فراہم کر دیتے ہیں۔ اہلِ سنت علماء میں ایسے بزرگ بھی ہیں کہ وہ اطاعتِ اہلبیت سے میلوں دور ہٹے ہوئے ہیں اور بوئے مودّت کا ایک جھونکا بھی ان کی ناک تک نہیں پہنچ پایا ہے۔

عُلماءِ سُنّیہ کے عقائدِ باطلہ

جناب شاہ ولی اللہ دہلوی کا نام محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ برِّصغیر کے چوٹی کے سُنی عالم گذرے ہیں۔ ان ہی کے فرزند شاہ عبد العزیز نے کتاب تحفۂ اثناء عشریہ لکھ کر مذہبِ شیعہ کی وسعت کے اسباب پیدا کئے تھے۔ اور شاہ صاحب موصوف نے اپنے والد کو "آیت اللہ" اور معجزہ رسول اللہ کے القاب سے نوازا۔ چنانچہ ولی اللہ صاحب اپنی کتاب "قرۃ العینین" کے صفحہ ۲۰۹ پر لکھتے ہیں۔

اکثر اہلِ اسلام مالکیان و حنفیان و شافعیان اند و اصلِ مذہب ایشاں معتمد است بر مسائل اجماعیہ فاروق و بجز چند مسائل بر آثار مرتضیٰ اعتماد ندارند و بر دست مرتضیٰ فتح اسلام واقع نشد و در ہیچ فنے از فنون

شرعی مدار کلی بر آثار مرتضیٰ نیامده و بر دست ایشاں خلافت منتظم نہ گشت،

اسی کتاب میں موصوف صفحہ ۱۸۶ پر تحریر کرتے ہیں کہ۔

واما اصولیین پس کسیکہ اوّل قواعد کلیہ آں علم مدوّن کرده است شافعی است در مقدمہ کتاب او در رسالہ کہ برائے عبد الرحمٰن بن مہدی نوشتہ و آنچہ از اصول ترتیب کتاب و سنّت و اجماع و قیاس آورده ہمہ از شیخین مستخرج است از کلام ایشاں؛

اسی طرح کتاب مذکورہ صفحہ ۱۸۳ پر رقمطراز ہیں:۔

غلط از حضرت مرتضیٰ واقع شد و آں غلط در مسئلہ فقہ بود"

اِن تمام عبارتوں کا ماحصل یہ ہے کہ حنفی و مالکی و شافعی جتنی شاخیں اہلسنّت کی ہیں ان سب کے مسائل کا منبع و سرچشمہ حضرت عمر ہیں۔ اور حضرت علیؑ کے ہاتھ پر چونکہ فتوحاتِ ملکی نہ ہوئیں اور ان کی حکومت غیر منظم رہی لہذا شرعی فنون سے کسی ایک فن میں بھی حضرت علیؑ کے اقوال پر مدارِ کلی نہیں کیا جاتا۔ امام شافعی نے شیخین سے استفادہ کر کے اصول قائم کئے اور علیؑ سے مسائلِ فقہ میں غلطی واقع ہوئی یعنی بالفاظِ دیگر حضرت علیؑ کی غلطیوں پر نظر کر کے گذشتہ سُنی علماء نے آپؑ سے قطع تعلق کر لیا۔ اور چونکہ حضرات ابوبکر و عمر وغیرہ سے غلطیاں سرزد نہ ہوئیں، اس لئے اُن کے احکام سے استخراج و استنباطِ مطالب و مسائل کیا گیا۔

جناب محدث ولی اللہ صاحب بہادر یہ بھی لکھتے ہیں کہ عجیب بات ہے ابوہریرہ بہت کم مدت حضورؐ کی صحبت میں رہے اور علیؑ سے علم میں نہایت کمتر تھے لیکن اربابِ فضل و کمال نے اُن سے پانچ ہزار احادیث نقل کی ہیں اور علیؑ اعلیٰ درجہ کے عالم و فقیہہ تھے۔ پھر ابوبکر و عمر کی صحبت میں بھی رہے تھے نیز شیخین کی طرح اُن کو ملکی مہمات اور انتظام مملکت کی بھی ذمہ داری نہ تھی۔ مدینہ میں فارغ و بے کار رہتے مگر باوجود اس فرصت کے ایک حدیث کا بھی پتہ نہیں چلتا جو کہ اہلِ مدینہ نے حضرت امیر علیہ السلام سے نقل کی ہو۔ البتہ جب آپ کوفہ پہونچے تو وہاں نقل احادیث میں مصروف ہوئے مگر نہایت کم صرف پانچ سَو حدیثوں کا پتہ چلتا ہے وہ بھی مختل غیر منظم اور بے اعتبار محض ہیں جن سے کوئی مسئلہ اصول اخذ نہیں ہوا۔

پھر ولی اللہ صاحب ارشاد کرتے ہیں کہ :۔

باید دانست کہ بعد از قرآن و حدیث مدار اسلام بر فقہ است و امہات فقہ مسائل اجماعیہ فاروق است اگر در اکثر اسلام نظر کنی حنفیان و مالکیان و شافعیا نند اما مذہب مالک پس منتہائے او بر موطا است و در موطا بجز چند حدیث و چند اثر از مرتضیٰ منقول نیست و ہم چنیں در مسند ابو حنیفہ و آثار محمد کہ منتہائے فقہ حنفیہ ست از روایت مرتضیٰ بجز چند حدیث موضوع و چند اثر شمردہ زیادہ در آنچہ موطا است بقلیلے منقول نیست و ہم چنیں در مسند شافعی کہ منتہاءِ مذہب شافعیہ است از روایت مرتضیٰ بجز چند حدیث موضوع و

چند اثر موقوف کہ بہ نسبت مروریہ از دیگراں در نہایت قلت است منقول نیست بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر ابن خطاب و فتاوائے ابن مسعود است :۔

ولی اللہ صاحب اپنے ایک دوسرے رسالہ "تفضیل الشیخین" میں لکھتے ہیں کہ :۔

امہات مذاہب اربعہ اہلِ سنّت بر آثار مرتضیٰ نیست بلکہ بر اجماعیات عمر ابن خطاب و فتاوائے ابن مسعود است :۔

علمِ حدیث کے متعلق یہ فیصلہ کرتے ہیں کہ :۔

پیش محدثین اقوی حدیث و اکثر آں روایات ابوہریرہ و ابن عمر و عائشہ و ابن مسعود و انس وغیرہم است و علم ایشاں ہمہ مستمد است از شیخین در روایات حضرت مرتضوی مستور الحال اند :۔

ان منقولہ عبارات کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اہلسنّت ائمہ اربعہ کی فقہی کتب جن پر اسلام کا دارومدار ہے حضرت عمر کے مسائل اجماعیہ پر مشتمل ہیں۔ مگر حضرت علیؑ کو ان سے کوئی تعلق و واسطہ نہیں ہے۔ روایات میں اقوالِ عائشہؓ، ابن عمر، ابن مسعود، انس اور ابوہریرہ وغیرہ پر عمل کیا گیا ہے اور مذہب سنیہ اہلبیت کے خلاف قیاس پر چلتا ہے۔

اب ہم حضرات اہلسنّت سے بصد ادب دریافت کرتے ہیں کہ حسب تسلیم شاہ ولی اللہ صاحب جناب علیؑ حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل احادیث میں کئی نمبر گھٹے ہوئے تھے تمام سنیوں کی کتب فقہ ان کے بیان و

احادیث سے خالی ہیں اور مسائل شرعیہ میں وہ غلطیاں کرتے تھے۔ اور خلافِ قیاس باتوں پر ان کا عمل تھا۔ اور پھر یہ کیونکر ممکن ہوا ایک طرف تو اہلِ سنّت اہلبیت کو غلطکار اور غیر معتبر قرار دیں اور دوسری طرف ان کے تابع و مطیع و حبّدار ہونے کا دعویٰ بھی کریں۔

رسولِ نامدار جن کو قرآن و حق کا دائمی ساتھی قرار دیں اور اُمّت کو جن کے حوالہ کریں وہی امت ان کی یہ قدر کرے کہ نہ ان کی بات کو قابلِ اعتبار جانے اور نہ ہی ان کے عمل کو قبول کرے۔ اور پھر محبت و اطاعت کا دعویٰ بھی کیے یہ معمہ اپنی سمجھ سے باہر ہے۔

جب آپ کے جیّد علماء کے نزدیک اہلبیتؑ ناقابلِ وثوق تھے۔ اور اسی لئے مستند کتابوں میں ان کے اقوال کو جگہ نہیں ملی ہے تو پھر آپکی محبت کا کیا اعتبار کیا جائے۔ میرے بھائیو' یہ بات انصاف سے دیکھئے کہ جن افراد کے اقوال سے آپ کی مستند و صحیح کتب نے زینت پائی ہے انکا اقتدار آلِ محمدؐ کے مقابلہ میں بہت تھوڑا تھا۔ لیکن آپ کے قربان جائیں آپ نے اعلیٰ کو چھوڑ کر کمتر سے لو لگائی۔

اب ہم دیکھتے ہیں مذہب سُنیہ کے سرخیل حضرات کا اہلبیتؑ سے محبت کا کیا معیار تھا۔ ایک دو مثالیں بطور نمونہ پیش خدمت ہیں۔

نقاب پوش چہرے

اہلسنّت میں دو حضرات حدیث روایت کرنے میں اعلیٰ درجہ کے حامل ہیں۔ اوّل حضرت اُمّ المومنین بی بی عائشہ اور دوم جناب ابوہریرہ۔

اُمّ المومنین صاحبہ کی حالت عیاں ہے۔ حضرت علیؑ کی خلافت پر آن واحد کیلئے بھی رضامند نہ ہوئیں۔ ہمیشہ لڑتی بھڑتی رہیں' ہزاروں مسلمانوں کا خون ان معظمہ کی بدولت ریگستان عرب میں مل گیا۔ ان کی آلِ رسولؐ سے محبت کا یہ عالم تھا کہ ریحانِ رسولؐ سبطِ اکبر سیّد شباب اہل الجنۃ امام حسن علیہ السلام کا جنازہ تیروں سے چھلنی کرایا۔ سیّدہ طاہرہ اور ان کی والدہ معظمہ سے علانیہ بغض رکھا۔ بس اگر معیارِ محبت یہی ہوتا ہے تو ایسی محبت کو دنیائے محبت سلام آخر کہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ صاحب کی سنئے' آپ نے جناب امیر علیہ السلام کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنا گوارہ نہ کیا۔ معاویہ کے لیسہ پر خون گرا لیتے رہے تفصیل کی یہاں حاجت نہیں۔ کھری بات یہ ہے کہ سبحان اللہ وہ صحابہؓ برادرانِ اہلِ سنّت کے کہ خاندانِ نبیؐ کو چھوڑ کر ان لوگوں کا دامن تھاما۔ جو علانیہ رسولؐ کے گھرانے کے مخالف رہے اور عملاً اپنی تلواروں سے ان کے خلاف لڑے۔

بھائیو! خدا کو جان دینی ہے ذرا عقیدت سے ہٹ کر سوچو کہ اگر یہ لوگ تلواریں سونت کر' گالیاں دے کر' جنازہ پر تیر برسا کر بھی مطیع و محبوب اہلبیتؑ تھے۔ تو پھر شیعہ بیچارے محض بیزاری و لاتعلقی ہی کی وجہ سے دشمن اصحاب کیوں ہیں؟ جس طرح ان لوگوں کی عملی حرکتیں محبت کو زائل نہیں کرتی ہیں۔ اسی طرح شیعوں کی دلی کدورت کو بھی محبتِ صحابہ سمجھ لو۔ اپنے ہی اصول کو مانو اور ہمارا پیچھا چھوڑ دو۔

کسی غیر سے فیصلہ کرالو کہ جس مذہب کے بانی دشمنانِ اہلِ بیت ہوں اس مذہب کے فدائی اور دشمنانِ آلِ رسولؐ کے پروانے کس طرح متمسکِ اہلِ بیت ہو سکتے ہیں' اگر آپ کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اور صحاح ستہ

کا مطالعہ کرنے کا موقعہ نصیب ہو سکے تو دیکھئے کہ ان محدثین نے اپنی کتب میں خوارج تک کو قابلِ اعتبار سمجھ کر ان سے حدیثیں جمع کر لی ہیں لیکن اہلبیت کے افراد کو اس لائق نہیں سمجھا ہے۔ اس کی مثال بھی لکھ دی جاتی ہے تاکہ کلام نہ رہے۔

حصین ابن نمیر مشہور خارجی ہے۔ سانحہ کربلا میں اس نے شبیہ پیغمبر حضرت علی اکبر کو نیزہ مارا تھا۔ لیکن صحیح بخاری، صحیح ابوداؤد، صحیح نسائی اور ابن ماجہ میں اس کی روایت وارد ہوئی ہے۔

سمرۃ بن جندب جس نے بصرہ میں آٹھ ہزار شیعوں کے خون سے ہاتھ رنگے کو بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے قابلِ اعتبار سمجھ کر روایت لی ہے۔

شیث ابن ربعی جو کہ معرکہ کربلا میں یزیدی فوج کا افسر تھا، اس سے ابوداؤد اور نسائی نے اخذ احادیث کیا ہے۔

شمر ملعون کہ قاتلِ حسین علیہ السلام ہے اس سے بخاری نے روایت قبول کر لی۔

مروان بن حکم مطرودِ رسولؐ سے بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، امام مالک (موطاء) اور ابن ماجہ (سنن) نے روایات حاصل کی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ علمائے اہلسنت نے تسلیم کیا ہے کہ "صحیحین وغیرہ ائمہ حدیث کی کتابوں میں اکثر گمراہ لوگوں کی روایات سے احتجاج کیا گیا ہے۔" (تدریب الراوی علامہ سیوطی قولِ امام نودی صفحہ ۲۸)۔

اب اس بات کے اظہار سے علمائے سنیہ نے اپنے مخالفین کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ میرے سنی بھائی مندرجہ بالا

گذارشات پر غور کر کے سنی محبت و مودتِ اہل بیت کا اندازہ ضرور قائم کریں گے کیونکہ یہ معاملہ معرکۃ الآرا ہے اور سنی و شیعہ کا فیصلہ کن ہے لہٰذا ہم کچھ تفصیلات اور بیش خدمت کرتے ہیں۔ تاکہ یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ چند مخصوص صحابہ کرام کے علاوہ اکثر لوگ مخالفِ اہلبیت تھے اور ان سے محبت نہ رکھتے تھے، مگر اہلسنت حضرات ان نافرمان و دشمنانِ رسولؐ سے نہ صرف گہری عقیدت رکھتے ہیں بلکہ ان کی تابعداری و اطاعت کی تبلیغ کرنا فرض عین سمجھتے ہیں۔

جناب عبداللہ بن عمر ابن الخطاب کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور مذہب سنیہ کی بنیادیں اِنہی کی روایات پر استوار ہیں۔ چنانچہ امام بخاری، امام مسلم نے اپنی صحیحین میں لکھا ہے کہ آپ نے آغازِ خلافتِ مرتضوی سے انتہائے حکومتِ علویہ تک جناب امیرؑ کی بیعت نہ کی۔ لیکن یزید ملعون کی نہ صرف بیعت میں عجلت کی بلکہ بڑی تندہی سے لوگوں میں رغبتِ بیعت کی کوشش فرمائی۔ چنانچہ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے کہ جب اہل مدینہ نے یزید لعین کی بیعت کو توڑنا چاہا تو عبداللہ بن عمر نے اپنے متعلقین کو جمع کر کے سمجھایا کہ سنو بھائیو میں نے رسولِ پاک سے سنا ہے کہ روزِ قیامت ہر غدار کا ایک جداگانہ جھنڈا ہوگا۔ ہم نے یزید کی بیعت خدا و رسولؐ کی بیعت پر کی ہے۔ اور میری دانست میں کوئی موقع اس بیعت کو توڑنے، اس سے غداری کرنے اور اختلافات کرنے کا نہیں ہے۔ جو بھی تم میں سے یزید کی بیعت توڑے گا میری اور اس کی جدائی ہوگی۔

عجوبۂ بیعت

اب ضمناً ایک امر اور ملاحظہ فرمائیں کہ بیعتِ یزید کا عنوان اور اس کے شرائط کیا تھے چنانچہ مشہور علامہ اہلسنت شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب اپنی کتاب جذب القلوب

میں لکھتے ہیں کہ "یزید چاہے بیچے یا آزاد کرے اور چاہے خدا کی اطاعت کی طرف بلائے اور چاہے گناہوں کی طرف" عبداللہ بن زمعہ صحابی نے یزید کے سامنے کہا کہ بیعت بحکم قرآن و سنت پر لینا چاہیے، اسے قتل کر ڈالا۔ اسی کتاب میں ہے کہ یزید نے مسجد نبوی میں گھوڑے بندھوائے، ہزاروں عورتوں سے اس کے لشکر نے زنا کیا جن سے اولاد پیدا ہوئی۔

اب دیکھیے کہ حضرت عمر کے فرزند جلیل نے حضرت علیؑ جیسے بارِ عصمت خلیفہ سے انحراف کر کے کیسے شخص فاجر و فاسق و کافر کو اپنا امام و خلیفہ مانا۔ اور اس کی اطاعت کا پرچار کیا۔ نیز یہ کہ جو لوگ امام حسینؑ کا بیعتِ یزید نہ کرنا غلطی پر محمول کرتے ہیں۔ انہیں شرائطِ بیعت کو مدّنظر رکھنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ اگر خاکم بدہن امامِ پاک اس پلید و خبیث کی بیعت کر لیتے تو اسلام کی صورت کیا ہوتی؟

المختصر یہ کہ جس گروہ کے بزرگوں نے حسینؑ کو چھوڑ کر یزید کی بیعت کو خدا و رسولؐ کی بیعت کہا وہ کس منہ سے اہلبیتؑ کے تابعدار ہونے کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور کیسے محبتِ آلِ اطہار کا اظہار زبان پر لانے کا حق رکھتے ہیں۔

یہ تو تھیں چند جھلکیاں اصحاب کی جن کے نام پر ہمارے غیر شیعہ مسلمان مٹے جاتے ہیں، اب ذرا فقہ کے اماموں کی طرف آیئے۔ اس میدان میں سب سے بڑے شہسوار جناب نعمان صاحب المعروف امامِ اعظم یعنی حضرت ابوحنیفہ ہیں۔ چنانچہ جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے "تحفہ" میں لکھتے ہیں کہ

اگر شیطان شیعہ را دغدغہ کند و گوید کہ اگر ابوحنیفہ و امثال او را مجتہدین اہلسنت شاگردانِ حضرات ائمہ بودند پس چرا مخالف ایشاں در مسائل بسیار فتویٰ دادند۔

یعنی مسائل کثیرہ میں ابوحنیفہ اور دیگر علمائے اہلسنت نے ائمہ طاہرینؑ سے راہِ اختلاف کر کے فتوے دیئے اور انہیں افادات پر مدارِ مذہب قرار پایا۔

اب قابلِ غور امر یہ ہے کہ دعوئ تمسک و اتباع کیا ہوا؟ یہ فریب نہیں تو اور کیا ہے کہ مخالفت بھی کی جائے اور دعوئ محبت بھی رٹا جائے۔ ابوحنیفہ صاحب کیا اچھے شاگرد تھے کہ امام جعفر صادقؑ کو استاد بھی مانتے ہوئے تھے اور پھر ان سے اختلاف بھی رکھتے تھے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انہوں نے اپنے گمان کے مطابق امامِ معصوم میں ضرور کوئی غلطی محسوس کی ہو گی۔ جو ان کے قیاس سے دور تھی۔ جب ہی تو اختلاف ممکن ہوا۔ اور سیدھی سی بات ہے کہ مخالف محبوب نہیں ہو سکتا ہے۔ الغرض مذہب اہلِ سنت کی ہر علامت یہ ظاہر کرتی ہے کہ ان پر اتباعِ اہلبیتؑ کی صفت کا رنگ تک نہ چڑھا اور اس کاغذی مذہب پر ساری روشنائی اسی دوات کی ہے جو بوقت طلبِ رسولؐ حاضرِ خدمت نہ کی گئی۔ اہلسنت کا دعوئ محبت و تمسک صرف اسی صورت میں سچا ہو سکتا ہے جب مسائلِ اجماعیہ فاروقی کو چھوڑ کر خاندانِ نبوت کے احکام پر نہایت ثابت قدمی سے عامل ہونے کا قصد کریں۔ تمام دشمنانِ آلِ رسولؐ یعنی علیؑ و بتولؑ سے دوستانہ مراسم ترک کر کے ان سے بیزاری اختیار کریں۔ جیسا کہ حضرت علی علیہ السلام اپنے مخالفین کو جانتے تھے ویسا ہی برادرانِ سنیان ان لوگوں کو صدقِ دل سے سمجھیں شیخین کو حضرت علیؑ کیا سمجھتے تھے وہ حضرت عمر کی روح سے دریافت کر لیں اگر رابطہ قائم نہ ہو سکے تو صحیح مسلم شریف میں حضرت صاحب کا قول منقولہ بار بار پڑھ لیں کہ جناب امیرؑ نے دونوں حضرات کو کاذب، غادر، خائن اور آثم جیسے القابات سے نوازا ہے۔

مجھے اِنتہائی تعجب ہوتا ہے جب حضراتِ سُنّیہ محبت و اِطاعتِ آلِ محمدؐ کے دعوے کرتے ہیں۔ حالانکہ سُنّی صاحبان نے خاندانِ رسُولؐ سے یہاں تک مخالفت رکھی ہے کہ اُن کے موذیوں اور قاتلوں پر فریفتہ ہیں اور ان کیلئے اپنی جانیں نچھاور کرنا فخر دارین سمجھتے ہیں۔ نواصب کے علاوہ تمام مسلمان جانتے اور مانتے ہیں کہ یزید ملعون نے سادات کرام پر ظلم کی اِنتہا کردی۔ لیکن سُنّی علماء ہیں کہ اُن کے لئے یزید کی مغفرت کی دُعا کرنا مستحب ہے۔ جیساکہ امام غزالی کا خیال ہے اور آج کل تو علانیہ یزید پلید کی وکالت کی جارہی اور اسے اَمیر المومنین اور خلیفہ راشد بنایا جارہا ہے۔

آج کی بات تو رہی ایک طرف پُرانے سُنّی بھی ایسے ہی تھے کہ علامہ ابن حجر مکّی نے شرح قصیدہ ہمزیہ میں اکابرینِ مذہبِ حنفیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ امام حسینؑ دراصل اپنے نانا کی تلوار سے قتل ہوئے۔ یعنی وہ مجرم واقعی اور واجب القتل تھے (معاذ اللہ)۔ اہلِ حدیث علامہ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے اپنی کتاب "حج الکرامۃ" کے ص۱۸۶ پر یہی قول علامہ ابنِ عربی کا نقل کیا ہے۔

اَب اِنصاف کیجئے کہ جو فرقہ یزید کو خلیفۂ رسُولؐ اسکے مخالف کو واجب القتل اِعتقاد کرے وہ کیونکر دوستدارِ آلِ رسُولؐ ہو سکتا ہے یہی نہیں یہ بات تو یزید پلید کی تھی۔ سُنّی حافظ عبدالکریم بن محمد السمعانی نے اپنی کتاب الانساب میں ایک واقعہ بصراحت بیان کیا ہے کہ جب حضرت علیؑ نے بیعتِ ابوبکر میں حیل وحجت و تاخیر کی تو حضرت ابوبکر نے خالد بن ولید کو قتلِ امیر علیہ السلام پر مامور کیا اور تدبیر ہوئی کہ عین حالتِ نماز میں حیدرِ کرار کا پتّہ صاف کردیا جائے۔ مگر صدیق صاحب کی سیف اللہ کند ثابت ہوئی۔

اِس اقبالی واقعہ کی روشنی میں علیؑ جیسے محبوبِ خدا و رسُولؐ کو قتل کرنے کے منصوبوں کو اسلام کا مہرو ماہ سمجھنا اور ایسے اِرادۂ قتل کے مرتکب اشخاص کو اپنا پیشوا سمجھنا کس طرح محبتِ آلِ رسُولؐ کی نشانی ہو سکتا ہے؟

بارہ۱۲ خلیفے

مشہور و معروف حدیثِ رسُولؐ ہے کہ قوم قریش میں سے میرے بعد "بارہ۱۲ خلیفے" ہوں گے اور اسلام زائل نہ ہوگا جب تک وہ حکومت نہ کرلیں۔ چنانچہ حضرات سُنّیہ نے اُن بارہ۱۲ خلیفوں کے نام یہ لکھے ہیں:-

اَبوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ معاویہ۔ یزید۔ عبدالملک۔ یزید۔ سلیمان۔ ہشام۔ وَلید۔ عمر (ثانی)۔ ملاحظہ کر لیجئے ملّا علی قاری کی شرح فقہِ اکبر ص۸۲۔

اب جملہ معترضہ یہ ہے کہ حدیث تو یہ ہے کہ اسلام زائل نہ ہوگا۔ جب تک بارہ۱۲ خلیفہ نہ ہوں گے مگر سُنّیوں کے بارہ۱۲ خلیفے ۹۹ھ ہجری میں پورے ہو گئے۔ پس اِسلام بھی زائل ہوا اور مسلمانی بھی در گور ہوئی۔ اَب سُنّیوں کے قول کے مطابق دنیا میں نہ ہی اِسلام ہے اور نہ ہی کوئی مسلمان پس اہلِ سنّت بھائی نے خاندانِ رسُولؐ سے منہ موڑ کر اور یزید و وَلید سے ناطے جوڑ کر یہ پھل پایا کہ سُدہ بُدہ تو پہلے گئی اَب نام کا اِسلام بھی جاتا رہا۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقام پر میرے چند بھولے بھالے سُنّی بھائی یہ کہہ دیں کہ یہ رافضی کُھل ویسے ہی ہانکے جارہا ہے۔ ہم خاندانِ نبوت کے پروانے ہیں ان بزرگوں کو ہر طرح پاک و طیب سمجھتے ہیں۔ بارہ۱۲ اِماموں کو اکمل الکاملین اِعتقاد کرتے ہیں۔ مگر چونکہ وہ ظاہری طور پر تخت نشیں نہ ہوئے۔ لہٰذا اَہلسنّت ان کو خلیفہ نہیں سمجھتے۔ لیکن کیونکہ یزید وغیرہ ظاہری حاکم بن گئے۔

لہٰذا ان کو خلفا مانتے ہیں۔

برادرانِ گرامی قدر ایسا ڈھیلا ڈھالا عقیدہ ایسے لوگوں کا ہے جنکو مذہبی واقفیت نہیں ہے بلکہ وہ آبائی عقیدت کے مطابق بزرگوں کی روش پر انکو مذکر کے چلے جا رہے ہیں۔ اگر کوئی سُنّی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ "بارہ اماموں" کو امام برحق مانتا ہے اور بادشاہوں کو محض دنیوی حکمران تسلیم کرتا ہے تو آپ چاہیے کہ آپ نے کسی باوقار مولوی مفتی سے یہ تحریری فتویٰ حاصل کرلے۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ بات جمہور اہلسنّت کے خلاف ہے حقیقت میں مذہب سُنّیہ میں خاندانِ نبوّت سے کوئی نیازمندی موجود نہیں ہے۔ بلکہ جن لوگوں نے آلِ نبیؐ سے علانیہ مخالفت کی ہر طرح کنبۂ رسُولؐ کو زِچ کیا یہ حضرات اُن ہی لوگوں کو اپنا پیشوا جانتے ہیں۔ شیخ عبدالقادر بغدادی کو لیجئے۔ اہلسنّت کے ہاں ان کو اعزازاتِ مذہبیہ سے معزز کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب اپنی کتاب "غنیۃ الطالبین" میں روزِ عاشورہ کو یومِ شہادت امام حسین علیہ السّلام اور نحس ترین ایام میں سے ہے کے فضائل لکھتے ہیں کہ اور عنوان کی سرخی اس طرح قائم کرتے ہیں۔ من فضائل یوم عاشورۃ ان الحسین ابن علی قتل فیہ،

شیخ صاحب کہتے ہیں کہ یہ دِن سرور فرحت خوشی و مسّرت کا ہے نہ کہ روزِ غم و سوگ و ملال ہے۔

چونکہ حضرت پیر صاحب نے اس دِن کو یوم خیر و برکت قرار دیا ہے لہٰذا مشاہدہ کر لیجئے کہ اس دِن اکثر سُنّی خوشی مناتے ہیں۔ کسی گھر میں صفِ ماتم نہیں بچھتی۔ حلوے مانڈے پکائے جاتے ہیں۔ گتکا بازی ہوتی ہے۔ سُنا ہے کہ کچھ عرصہ قبل اس دن مختلف شہروں و قصبوں میں میلے بھی لگتے تھے اور

عورتیں بچے مثل عید خوشیاں مناتے تھے۔

ہائے افسوس اہلبیتؑ کے بچے پانی کو ترسیں، جوان و بوڑھے راہِ حق میں جامِ شہادت نوش فرمائیں۔ شہزادیاں قیدی بنائی جائیں۔ فرزندِ رسُولؐ کے نازک گلے میں گراں طوق ڈالا جائے۔ رسُولؐ کے گھر کو پھونکا جائے۔ سیدہؑ کے لال کا سر نیزہ پر چڑھایا جائے۔ اور ایسے المناک دِن کو سُنّی غوث الاعظم روز مسّرت قرار دے۔

اِنسانیت و اخلاقیات کی وہ کون سی کتاب ہے جو اس خیال کو محبّت کے معنی بتاتی ہے۔ اب ہم کچھ مزید واقعات و رموز بے پردہ اٹھاتے ہیں کہ جن کے مطالعہ کے بعد کسی احمق کو بھی یہ گمان نہیں ہو سکتا کہ سُنّی مطیع خاندانِ رسُولؐ اور دوستانِ آلِ محمدؐ ہیں۔ چنانچہ علامہ اہلسنّت ابن حجر عسقلانی نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے حوالے سے اپنی کتاب "درر کامنہ" کے صفحہ ۲۴ پر لکھتے ہیں کہ۔

وقال فی حق علی خطاء فی سبعۃ عشر شیئاً ثم خلف فیھا نص الکتاب ۰ یعنی حضرت علیؑ سے سترہ مسئلوں میں خطا ہوئی اور وہ سب خطائیں کتاب (قرآن) کے خلاف تھیں۔

اَب فیصلہ فرمائیں کہ رسُولِ اسلام تو یہ ارشاد فرمائیں کہ القرآن مع علی و علی مع القرآن۔ قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ قرآن کیساتھ ہے۔ مگر شیخ الاسلام یہ کہیں کہ علیؑ نے اتنی غلطیاں کیں۔ مَیں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ سچ ہے کہ علیؑ نے اتنی غلطیاں کیں تو آنحضرتؐ نے دامنِ ثقلین نہ چھوڑے اور "القرآن مع علیؑ" کے الفاظ واپس کیوں نہ لئے۔ اگر اسی بات پر کوئی غیر مسلمان اعتراض کر دے کہ تمہارے رسُولؐ کی بات کا کیا اعتبار تو میرے سُنّی بھائی کیا جواب دیں گے؟ یا تو ابن تیمیہ کو جھوٹا کہیں گے یا رسُولِ صادق کو۔ اَب

محبت کا فیصلہ کیجئے کہ شیعہ کا ایمان ہے بحکم خدا و رسولؐ۔ علیؑ سے غلطی ممکن نہیں ہے۔ جبکہ سُنّی بھائی علیؑ کی اغلاط کا شمار بھی کئے ہوئے ہیں۔ بھائی اناڑی عاشقو! محبوب کی حُب سے غرض رکھتے ہیں۔ اس کے عیوب شمار نہیں کیا کرتے۔ پہلے محبت کرنے کے ڈھنگ سیکھو پھر اہلبیتؑ سے محبت کا دعویٰ کرو!

ائمہؑ پر عدم اعتبار

حضرت امیرؑ ہی پر نہیں بلکہ سُنّی اکابرین نے سارے ائمہ اہلبیتؑ پر ایسے الزامات لگا کر اپنی جھوٹی محبت کے ثبوت فراہم کئے ہیں نعوذ باللہ سب کو جاہل شریعت اور ناواقف مسائل کہا ہے مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین میں لکھا ہے۔

"از حضرات حسنین و امام زین العابدین روایات بسیار کم آمدہ اند"۔

مولوی محمد احسن بھوپالی نے کتاب اعلام الناس کے صـ۶ پر لکھا ہے کہ

"امام زین العابدینؑ پناہ بخدا بت پرستوں کی سی باتیں کیا کرتے تھے"۔

مُلّا معین نے دراسات اللبیب میں بمقام ذکر تقسیم اموال خُمس جناب امام محمد باقرؑ کو کاذب و مفتری تجویز کیا ہے۔

علامہ ذہبی نے امام جعفر صادقؑ کے متعلق لکھا ہے کہ بخاری نے ان سے کوئی روایت نہیں لی۔ یحییٰ ابن سعید قطان استاد بخاری کا قول تھا کہ میں ان (امام جعفر صادقؑ) سے کھٹکتا ہوں۔ امام مالک نے کوئی روایت امام موصوف سے نقل نہیں کی۔ اور اگر کسی جگہ کوئی روایت ان سے بیان کی ہے

تو دوسرے راوی کو شریک کر لیا ہے۔ تنہا ان کی روایت پر اعتماد نہیں کیا ہے۔ (میزان الاعتدال جلد ۱ صفحہ ۱۹۸)۔

مرزا حیرت دہلوی، اس اعتراض کا کہ بخاری نے امام جعفر صادقؑ سے کیوں روایت قبول نہیں کی؟ کا جواب یوں دیتے ہیں کہ عام طور پر یہ بات مشہور تھی کہ امام جعفر صادقؑ، شیخین کو اچھا نہ جانتے تھے۔

ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنہ میں لکھتے ہیں آئمہ اربعہ یعنی شافعی، مالک، احمد بن حنبل اور امام اعظم نے قواعد فقہ میں جعفر صادقؑ سے کچھ نہیں لیا اور اگر کسی جگہ کوئی حدیث وارد کی ہے تو اسی طرح جیسے عام راویوں سے نقل کی گئی ہیں اور دیگر اشخاص کی روایات بمقابلہ ان (امام جعفرؑ) کے دُگنے چَوگنے بلکہ کثیر التعداد ہیں اور اگر منقولات زہری و امام جعفر صادقؑ کا مقابلہ کیا جائے تو روایات زہری منقولات جعفرؑ سے قوی تر ثابت ہوں گی۔

ابلیس و امام

اب چونکہ سُنیوں کے شیخ الاسلام نے اپنے امام زہری کو ہمارے امام جعفر صادق علیہ السّلام پر فوقیت دی ہے۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ زہری صاحب کا تھوڑا تعارف خود سُنّی علماء ہی کی زبانی کرا دیا جائے۔ چنانچہ امام ذہبی اپنی "میزان" میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حضرت زہری تدلیس کیا کرتے تھے شیخ عبدالحق محدث دہلوی ان کے بارے میں شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ زہری بوجہ قلت دیانت امیروں کی صحبت میں رہا کرتے تھے (اور ان امراء سے مراد بنی اُمیہ ہے) لہٰذا ان کے ہم عصر زاہد علماء نے ان سے قطع تعلق کر لیا۔ اور ان پر اعتراض کیا کہ آپ سلاطین غیر محتاط سے معاشرت رکھتے ہیں۔ تو پھر زہری نے جواباً کہا کہ میں ان امراء کے امورِ خیریہ میں شریک

ہوں اور مکروہ معاملات سے بچتا ہوں۔ اس پر علماء نے جواب دیا کہ ان امیروں کی صحبت میں رہ کر مکروہ امورات کو دیکھنا اور اس پر خاموش رہنا کیا تھوڑا جرم ہے؟ سبط ابن جوزی نے تو حضرت زہری کو اپنی کتاب تلبیس ابلیس میں شیطان قرار دیا ہے۔

سنیوں کی اہلبیت سے محبت کا خوب بھانڈا پھوٹتا ہے کہ زہری جیسے فضلی بشیر کو صادقِ آلِ محمدؐ پر فوقیت دینے کے باوجود محبت کا دعویٰ کرتے جاتے ہیں۔ اگر محبت اسی کو کہتے ہیں تو پھر عداوت کی تعریف کر دی جائے۔

عموماً حضرات اہلسنت کہا کرتے ہیں کہ شریعت، طریقت، معرفت، حقیقت چاروں علوم اہلبیت سے علاقہ رکھتے ہیں۔ علم شریعت کو ابوحنیفہ نے امام جعفر صادقؑ سے حاصل کر لیا اور طریقت وغیرہ باطنی علوم مشائخ صوفیہ اہلسنت کے حصہ آئے۔ اس بات کو وہ جتاتے ہیں اس منبع فیوض گھرانے سے ہر قسم کا فیض سنی بزرگوں کو حاصل ہوا ہے۔ مگر ہم بھی تاڑنے والی نگاہ رکھتے ہیں۔ ہم نے بھانپ لیا ہے۔ کہ یہ ہر چار محض اپنے بزرگوں کی شان بڑھانے کے لئے کیا جاتا ہے کہ عوام الناس کی نظروں میں ان علماء و فقہا کی قدر بڑھ جائے۔ حالانکہ یہ معاملہ بھی بالکل الٹا ہے اور صرف نوکِ زبان پر ہی اٹکا ہوا ہے۔ چنانچہ شریعت کی پٹی تو ہم اوپر اتار چکے ہیں۔ اب ذرا تصوف کی جانب توجہ فرمایئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ سے جناب حسن بصری کا خرقہ فقر لینا بالکل غلط ہے۔ شکر ہے خدا کا یہ بات چند الفاظ ہی میں ثابت ہو گئی۔ باقی آگے علماء و فقرائے سنیہ کے حالات و ارشادات سے وضاحت ہوتی رہے گی کہ ان کا اہلبیتؑ طاہرین سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سارے آلِ رسولؐ سے مخالفت کر کے اپنے اپنے جھنڈے الگ گاڑتے رہے ہیں۔ جب حضرات اہلسنت کو آپ نے اس مذہبی بھید کا

حال معلوم ہوگا کہ اکابر صوفیا و علماء اہلسنت جن کو یہ لوگ مطیع اہلبیت سمجھتے ہیں تو ان کے تعجب کی انتہا نہ رہے گی اور منصف مزاج تسلیم کر لیں گے کہ ان کے متمسک بالثقلین ہونے کا دعویٰ بالکل کھوکھلا ہے۔

مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب ہی کو لیجئے آپ جناب علی علیہ السلام کے بارے میں لکھتے ہیں کہ علیؑ زاہد ترین امت تھے مگر شیخین (ابوبکر و عمر) کے زہد سے ان (علی) کا زہد گھٹا ہوا تھا۔ کیونکہ شیخین نے حصولِ خلافت میں کوئی تدبیر نہیں کی اور علی ہمیشہ اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے رہے کہ وہ خلیفہ بن جائیں (یعنی خلافت کے حریص تھے)۔

حرص وجہالت اور محبت

بظاہر یہ بات معمولی نظر آتی ہے لیکن اہلِ علم اس نکتہ سے واقف ہیں کہ کس بے بنیاد الزام کی آڑ میں شاہ صاحب نے شیخین کی فضیلت بیان کی ہے۔ صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ تم لوگ عنقریب حرصِ امارت میں مبتلا ہو گے مگر یہ حرص قیامت میں تم کو ندامت دینے والی ہوگی۔ اب حضرت علی کو خلافت کا حریص ظاہر کر کے اور شیخان کو اس جرم سے بچانے کی خاطر لوگوں کو یہ تبلیغ دی ہے کہ معاذ اللہ علیؑ بوجہ حرصِ امارت روزِ قیامت نادم ہوں گے۔ لیکن دیگر حضرات جنہوں نے خفیہ سازشوں سے اقتدار پر غاصبانہ قبضہ کیا ان کی یہ جدوجہد زمرۂ زہد میں شمار کی گئی یہی محبت کا ثبوت دیا شاہ جی صاحب نے!

ہم نے گزشتہ صفحات میں امام صادقؑ کے نامعتبر ہونے کا سنی نظریہ بشہادت ثابت کیا اسی طرح امام ہشتم جناب علی ابن موسیٰ الرضاؑ کے بارے میں بھی سنی علماء کا ایسا ہی اعتقاد ہے ثبوت کے لئے ملاحظہ

فرمائیے۔ میزان الاعتدال علامہ ذہبی جلد ۲ صفحہ ۲۱۵ میں لکھا ہے کہ امام ابن طاہر کا قول تھا کہ وہ (امام رضا) اپنے باپ موسیٰ کاظم سے عجیب عجیب باتیں خلاف قیاس نقل کیا کرتے تھے۔ اسی جگہ ذہبی نے لکھا ہے۔ دار قطنی امام حبان سے نقل کرتے ہیں کہ امام اپنے باپ سے عجائبات نقل کرتے تھے اور وہ صرف دہم و خطا ہوتا تھا۔ اسی طرح امام نہم حضرت محمد تقی کو سُنیوں نے ایسا بے اعتبار سمجھا ہے کہ فہرست راویان صحاح ہی سے ان کا نام خارج کر دیا گیا ہے۔ دسویں امام علی نقی علیہ السلام اور گیارہویں امام حسن عسکری علیہ السلام کی بابت سُنیوں کے حجت الاسلام ابن تیمیہ نے منہاج السنیہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۸۳ پر لکھا ہے کہ ابن ابی لیلیٰ طبری اور ابراہیم حربی دارمی عسکریین یعنی امام نقیؑ و امام حسن عسکریؑ سے زیادہ دین اسلام کے ماہر تھے۔ دونوں اماموں پر واجب تھا کہ ان میں سے کسی ایک کو اپنا استاد بناتے تاکہ قواعد اسلام ان کو معلوم ہو جاتے۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے لآلی مصنوعہ کے صـ۲۴۱ پر لکھا ہے کہ الحسن العسکری لیس بشیٔ۔ یعنی معاذ اللہ امام حسن عسکری کوئی شئے نہ تھے۔ کتاب مختصر تنزیۃ الشریعۃ کے صـ۵ پر سُنی شیخ رحمت اللہ علیہ حنفی نے ایک حدیث پر جرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں عبداللہ اور حسن عسکری ہیں ان دونوں میں سے کسی ایک نے اسے گھڑا ہے۔ نیز اسی کتاب میں جھوٹے وضاع اور سارق راویوں کی فہرست لکھی ہے جس میں امام حسن عسکری کا نام بھی لکھا ہے۔ اور حضرتؑ کے متعلق یہ جملہ بھی لکھا گیا ہے کہ ان کی روایات جھوٹی ہیں۔ الغرض اگر صرف علامہ ذہبی کی کتاب میزان الاعتدال ہی میں ائمہ طاہرین کے بارے میں علامہ موصوف کے

اقوال دیکھ لئے جائیں تو وہ یہ فیصلہ کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مذہب سُنیہ میں ائمہ اہلبیت کا اعتبار و اقتدار کس حیثیت کا حامل ہے۔

ایسی رکیک تحریریں اور باطل اقوال سے اندازہ ہوتا ہے کہ سُنی حضرات جو اہلبیت کو ماننے کے بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں وہ سب جھوٹے ہیں۔ یہ گروہ مگر بے اعتبار غیر معتمد، کاذب، سارق اور جاہل و وضاع۔ اور اگر ایسا ماننا ہی ماننا ہے تو پھر صاحب ہم ماننے لئے لیتے ہیں کہ جیسا اہلبیت کو سُنی مانتے ہیں ہم معاذ اللہ اس ماننے کو ماننا ہی نہیں مانتے ہیں۔

مُفسدِ محبوب

یہ باتیں تو متقدمین علما کی ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کو یہاں سے روانہ ہوئے کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا ہے۔ آپ نے کوچ فرمانے سے قبل اپنی محبت آلِ رسول کا ثبوت اِسطرح پیش کیا ہے ذرا ملاحظہ فرمالیجئے۔

"در امت مرحومہ منسوب بذریت حضرت مرتضیٰ فرق ضالہ بسیار شدہ اند مانند امامیہ و زیدیہ و اسماعیلیہ و تناسخیہ و باطنیہ و غیر ایشاں و بہ حقیقت چنداں تشعب مذاہب و اختلاف آراء و تفرق در اصول و فروع کہ از ذریت حضرت مرتضیٰ برخواستہ است ہیچ تشعبی و اختلافی بوجود نیامدہ است و ہر یکے از ایشاں وضع احادیث برائے ترویج مذہب خود تجویز کردہ اند۔"

(کتاب قرۃ العینین صـ۸۲)

شاہ جی نے کمال ایمان سے اپنے دل کی بات کرتے ہوئے جناب علی المرتضیٰ علیہ السلام کی اولاد کی گردن پر تمام برائیوں کی وزنی گٹھڑی

رکھ کر کمالِ محبتِ ساداتِ عظام کا مظاہرہ کیا ہے۔ اب میں کہاں تک مذہب اہلسنّت کی اہلبیتِ اطہار سے محبت کی داستان کہوں، لاکھوں کی تعداد میں معاملات کتابوں میں ڈھونڈے جا سکتے ہیں۔ جو اہلسنّت کے ہاں درج ہیں جن کو معلوم کر کے کوئی جاہل سے جاہل انسان بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ مذہبِ سُنّیہ کی دینیات کے خزانے میں خزینۂ علم و حکمت، معدنِ رسالت و نبوّت یعنی اہلبیت طاہرین کا بھی کچھ حصّہ ہے اگر کسی جگہ پر مہمل بھی جاتی ہے تو پڑتال کرنے پر جعلی ثابت ہو جاتا ہے۔

پرانے اہلسنّت علما اس حقیقت کے برملا اقرار سے ہرگز نہیں گھبرائے ہیں کہ اُن کے مذہب کو ائمۂ اہلبیّت سے کوئی ربط نصیب نہیں ہے۔ بلکہ انہوں نے کھل کر اعتراف کیا ہے۔ ائمہ ان کی نظر میں نہ ہی معصوم ہیں اور نہ ہی معتبر۔ مثلاً مشہور اہلسنّت علاّمہ جلال الدین دوانی اپنے شرح عقائد عضدی صہ۱۹ میں اپنے فرقہ کو ناجی ثابت کرنے اور دیگر فرقوں کو گمراہ قرار دینے کی بحث میں لکھتے ہیں کہ اشاعرہ ان احادیث سے تمسّک کرتے ہیں جو کہ رسُول اور ان کے اصحاب سے مروی ہیں۔ اور بلاضرورت اُنکے ظواہر سے تجاوز نہیں کرتے اور اپنی عقل پر اعتماد کرتے ہیں۔ معتزلہ اور اُن جیسے دوسروں کی مانند نہ اس نقل پر بھروسہ کرتے ہیں جو غیر نبی اور اُن کے اصحاب سے ہو جس طرح کہ شیعہ پیروی کرتے ہیں۔ ان احادیث کی جو کہ ان (شیعوں) کے اماموں سے مروی ہیں۔ اس لئے کہ انہیں (شیعوں) کو ائمّہ کی عصمت کا اعتقاد ہے۔

صحیح بخاری مطبوعہ دہلی، کتاب النکاح صہ۷۶۲ کے حاشیہ میں ائمہ اربعہ میں سے امام احمد بن حنبل کا عقیدہ اس طرح لکھا گیا ہے وہ

جنگِ صفّین، جنگِ جمل، جنگِ نہروان وغیرہ کے فتنوں و فسادوں کے معاملہ میں حضرت امیرؑ کو غلطی پر سمجھتے تھے اور ان کے مخالفین کو مسلکِ راست پر بتاتے تھے (استقصاء الافہام جلد ۲ صفحہ ۱۰۸۴-)

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ تمام اہلبیّت حضرت ابوطالب کو مومن سمجھتے ہیں۔ لیکن اہلسنّت آج تک ان کے ایمان میں شک کر کے اہلبیّت کی مخالفت کر رہے ہیں اور جناب ابوطالب کو صرف اسی لئے بے ایمان کہا جاتا ہے کہ وہ والدِ علی علیہ السلام تھے جو مخالفِ بزرگانِ ثلاثۂ اہلسنّت تھے۔

آپ حضرات اِن باتوں کو محض علمی و اعتقادی اختلافات کی حدود میں مقیّد نہ فرمائیے اور نہ ہی کسی خاص گروہ یا ذات کے انفرادی نظریاتِ خیال فرمائیے بلکہ اس گہری چال کو بہ نظرِ عمیق معائنہ فرمائیے اور اس سیاسی سازش کے دُور رس نتائج پر کڑی نظر رکھیئے۔ علمائے اہلسنّت نے ہر وہ حربہ آزمایا ہے۔ اور اپنی ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے کہ دنیا اہلبیت اطہار علیہم السّلام سے متنفّر ہو سکے۔ بلکہ وَلی اللہ محدّث جیسے لوگوں نے تو ذلّتِ خاندانِ پیغمبرؐ منشائے خدا ثابت کیا ہے۔ جیسا کہ آپ لکھتے ہیں :-

"حکمتِ الٰہی میں اسی طرح گذرا تھا کہ علیِ مرتضیٰ اور اُنکی
اولاد تا قیامت معذور رہیں اور جو شخص ان میں مدعیِ
خلافت ہو وہ مخذول و منکوب ہو کر قتل و غارت ہو جائے"

(کتاب اعجاز داؤدی)

اسی طرح اِن پاک اور متقی نفوس کے ذاتی کرداروں پر بھی اہلِ سنّت نے ایسے ایسے حملے کئے ہیں اور ایسی ایسی قبیح و شنیع روایات وضع کی ہیں کہ عام ذہن میں فوراً تذلیلِ اہلبیت کے جذبات اُبھر آتے ہیں مگر یہ تو

شانِ خداوندی ہے کہ خدا کے نور کو پھونکوں سے نہیں بجھایا جا سکتا۔

اہلبیتؑ کو زبانی کلامی پاک باز ماننے والے اور خود کو آلِ عباؑ کے متوالے کہنے والے سُنّی ایک طرف آلِ رسولؐ کے زہد و تقویٰ کی باتیں کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی ساتھ وہ ان ہستیوں کو مرتکب کبائر اور فاسق و فاجر و کافر و مشرک بھی جانتے ہیں۔ جب ہم ایسے پر تضاد بیانات دیکھتے ہیں تو سمجھ جاتے ہیں کہ جس طرح شکاری کسی پرندے کو شکار کرنے کے لئے دانہ و دام کا بندوبست کرتا ہے اسی طرح حضرات سُنّیہ نے روایات پاکبازی کو دانے کے طور پر پھیلایا ہوا ہے اور دراصل فسق و فجور کی روایات کے جال میں پھنسانا ان کا مطلوبہ مقصدِ شکار ہے۔ اب ایک معمولی مثال بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیے۔

صحاحِ ستہ کی ایک صحیح ترمذی شریف ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کے بارے میں لکھا ہے آپ نے معاذ اللہ شراب نوشی کر کے نماز پڑھائی اور قرآن مجید کی آیات کی غلط تلاوت کی۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔

حدثنا عبد بن حمید عن عبد الرحمٰن بن سعد عن ابی جعفر الرازی عن عطاء عن ابن السائب عن ابی عبد الرحمٰن السلمی عن علی ابن ابی طالب قال صنع لنا عبد الرحمٰن بن عوف طعاماً فدعانا وسقانا من الخمر فاخذت الخمر منا وحضرت الصلوٰۃ فقدمونی فقرأت قل یا ایہا الکافرون لا اعبد ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون فانزل اللہ یا ایہا الذین آمنوا لا تقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا ما تقولون ھذا حدیث حسن غریب صحیح۔

ایک طرف یہ بات فریقین میں مسلّمہ ہے کہ حضرت حیدرِ کرارؑ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا اور اسی لئے سُنّی بھائی ان کو "کرم اللہ وجہ" لکھتے ہیں نہ ہی حضرت علیؑ مرتکب کبائر ہوئے۔ مگر علماء و محدثین اہلسنت ایسے مخلص دعویداران مودتِ اہلبیتؑ ہیں کہ ان کو شرابی بتا رہے ہیں بلکہ حرمتِ شراب کا باعث آپ کی شراب نوشی اعتقاد کرتے ہیں اور "لاتقربوا الصلوٰۃ" کا سببِ نزول واقعہ مذمومہ بیان کرتے ہیں۔

لگے ہاتھوں بخاری جی سے بھی ملاقات کرتے چلیں۔ امام صاحب نے تو ترمذی کو میلوں پیچھے چھوڑ کر حضرت علی علیہ السلام سے اپنی محبت و عقیدت و فرمانبرداری کا والہانہ اور واشگافانہ اظہار کیا ہے۔ آپ بھی زیارت کر لیجئے۔

بظاہر سُنّی بھائی بھی کہتے ہیں کہ خاندانِ رسولؐ سخاوت، عبادت، شجاعت اور دیگر مراتب میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ مگر درون پردہ اہلبیتؑ کا ایسا نقشہ ان کے دلوں پر نقش ہے جس کی ایک ایک لکیر ان کے محبت و عقیدت سے سجے ہوئے ڈھول کا پول کھولتی ہے۔

جناب امام اہلسنت بخاری صاحب لکھتے ہیں کہ معاذ اللہ حضرت علی علیہ السلام، عبادت خدا میں نہایت سست اور کاہل تھے۔ اگر رسولِ خداؐ ان کو عبادت اور یادِ خدا کی طرف رغبت دلاتے تھے تو معاذ اللہ آپ حضورؐ سے لڑنے جھگڑنے پر آمادہ ہو جاتے تھے۔ آپ بے ادبی و گستاخ طریقہ سے پیش آتے تھے (نقل کفر، کفر نباشد) بخاری بزبان بایں طرز ہے کہ ایک روز حضور صلعم جناب سیدہؑ کے گھر تشریف لائے۔ اور نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت امیرؑ نے نماز پڑھنے سے صاف انکار کر دیا اور حضورؐ کو مایوس کن جواب دیا کہ ہم، سوائے واجب و فرض نماز کے

اُور کوئی نماز نہ پڑھیں گے۔ رسُولِ اکرمؐ انتہائی ناچاری و بے بسی کے عالم میں ماتم کرتے یعنی زانو پیٹتے گھر سے واپس پلٹے اُور فرمایا کہ بیشک انسان اکثر جھگڑالو ہے۔ یہ واقعہ شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی نے اپنی تحفۂ اثناء عشریہ میں بھی نقل کیا ہے۔ اب اس روایت کی روشنی میں جو کہ حضرت علیؑ و فاطمہؑ کو منکرِ نماز، گستاخِ نبیؐ، نافرمانِ رسُولؐ، موذیِ پیغمبرؐ اُور مفسدِ دین ثابت کرتی ہے۔ ہر مسلمان ایمان سے فیصلہ کرے کہ کیا ایسے کردار والا شخص مسلمانِ عام بھی کہلوانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔ مَیں تو ہرگز اس شخص کو مسلمان ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں جس نے رکنِ دین کا کفر کیا۔ نبیؐ سے جھگڑا کر کے ان کو اَذیّت دی کہ آپؐ کو ماتم کرنا پڑا۔ اہلِ عقل و انصاف فیصلہ فرمائیں کہ بحوالہ بخاری شریف علیؑ و نبیؐ کے باہم تکرار و فساد کی روشنی میں بمطابق اہلسنّت خاندانِ رسُولؐ کا کیا مرتبہ و مقام تھا۔ ایسی ذلّت آمیز اُور حقارت سے پُر روایات کی موجودگی میں سُنّی حضرات اگر محبتِ آلِ محمدؐ اور اتباعِ اہلبیتِ اطہار کا دعویٰ کرتے ہیں تو یہ نہ صرف ایک مضحکہ خیز اُور تمسخر انگیز حرکت ہے بلکہ شیشۂ انصاف کو چور چور کرنے کی سعیِ بلیغ ہے۔

پس بیانِ بالا پر نظر رکھ کر اَزراہِ مہربانی غور کیجئے کہ جس گروہ کے نظریات و عقائد اہلبیتؑ کے بارے میں اُیسے ہوں وہ کیسے اپنے آپکو اِن پاکوں کے تابع فرمان اور محبت داران کہنے کے مجاز ہو سکتے ہیں باقی صاحب مارنے والے کا تو ہاتھ بھی پکڑا جا سکتا ہے۔ مگر کہنے والے کی زبان قابو نہیں کی جا سکتی ہے۔ منہ ہی مارنا ہے جو مرضی کہتے رہیئے مگر سچی بات ہمیشہ زبان پر آ ہی جایا کرتی ہے۔ کیونکہ جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے

اُور دُروغ گو کا حافظہ کمزور ہوا کرتا ہے۔

عقل ہے محوِ تماشۂ لبِ بام

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ملّتِ اسلام کو تمام گمراہیوں سے محفوظ رہنے اور ہمیشہ حق پرست رہنے کا واحد طریقہ یہ بتایا ہے کہ قرآن و اہلبیتؑ سے تمسک رکھا جائے۔ پیغمبرؐ کی اس آخری وصیّت کی اَہمیت و وقعت ہم نے اپنی کتاب "صرف ایک راستہ" میں سائنس و فنون کی روشنی میں بیان کر دی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ کائنات کے جملہ مادّی و رُوحانی مسائل کا صرف ایک ہی ممکن حل ہے کہ ذی حیات انسان تمسک بالثقلین کی نصیحت ابدی پر عمل کریں۔ اَب جب خود مذہبِ اہلسنّت میں اہلبیتؑ کا اِقتدار و اعتبار و کردار ثابت نہیں ہوتا ہے اور انہوں نے عملاً حکمِ رسُولؐ کے خلاف اہلبیتؑ کو ہادی تسلیم ہی نہیں کیا ہے بلکہ اپنے لئے ایک علیحدہ مسلک تجویز کر کے مسجدِ ضرارہ بنا رکھی ہے لہذا اس حکمِ عدولیِ رسُولؐ مقبول کا عذاب یہ نازل ہوا ہے۔ ان کا مذہب نہ ہی عقل کے قریب ہے اور نہ ہی نقل سے علاقہ رکھتا ہے۔ اَلبتّہ شکل کہہ سکتے ہیں۔ یہ شکل کیسی ہے اسکا نظارہ کر لیجئے۔ مثل مشہور ہے کہ "گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے" فرقۂ اہلِ حدیث جسے یار لوگ وہابی کہتے ہیں اَہلسنّت وَالجماعت کا غیر مقلد گروہ ہے۔ اِس جماعت کے علماء نے چند اُن مسائل کو دِکھلایا ہے جو کہ مقلّدین ائمۂ اَربعہ اُور بالخصوص حنفی گروہ کے ہاں جاری ہیں۔ بہ نظرِ تسکینِ ناظرین و نشاطِ خاطرِ قارئین ایک منظر پیش کیا جاتا ہے۔ جس سے ابوحنیفہ صاحب کے رنگین اِسلامی لباس

کی زیارت ہو گی۔

شافعی و حنفی طریقۂ نماز

سلطان محمود غزنوی پہلے امامِ اعظم کے مقلد تھے مگر بعد میں ان کا میلان امام شافعی کی طرف ہو گیا تھا۔ چنانچہ دونوں اماموں کے مقلدین نے اپنے مذہب کی خوبیاں اور دوسرے کی برائیاں بیان کیں۔ چونکہ ہر فریق سلطان کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ آخرکار یہ تصفیہ ہوا کہ ہر مسلک کے طریقہ پر دو دو رکعت نماز ادا کی جائے۔ قفال نامی ایک صاحب دونوں مذاہب سے واقفیت رکھتے تھے لہٰذا یہ ذمہ داری ان پر ڈالی گئی۔ انہوں نے پہلے قاعدہ شافعی سے نماز ادا کی اور بعد میں حنفی طریقے سے اس طرح کہ پہلے کھجور کے پانی (شراب) سے وضو کیا' بغیر نیت کئے کہ پہلے بایاں پیر دھویا پھر دایاں اور یہی طریقہ ہاتھوں کو دھونے میں استعمال کیا منہ الٹا یعنی دھویا ٹھوڑی سے پیشانی تک' بعد وضو بجائے عبا کُتّے کی دباغت کی ہوئی کھال اوڑھ لی اور اسکے چوتھائی حصے پر ظاہری نجاست پیشاب' ٹٹی وغیرہ لگائی یعنی ظاہری و باطنی نجاست کا ثبوت دیا۔ اب اس لباس سے آراستہ ہو کر رو بقبلہ کھڑے ہوئے اور اللہ اکبر کی بجائے فارسی میں' کہا "اللہ بزرگ" اور الحمد اور قل شریف کی بجائے ایک آیت مدہامتان کا ترجمہ دو برگ سبز کہہ کر برائے رکوع جھکے اور سجدہ بلا جلسہ استراحت و اطمینان جلدی جلدی اس طرح بجا لائے جیسے کوا ٹھونگیں مار کرتا ہے۔ سلام کی جگہ ایک گوز چھوڑا۔ سلطان محمود غزنوی کو یہ حرکات دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ ناقل نماز سے ان باتوں کے اثبات طلب کئے۔ اس نے تمام کتابیں پیش کر دیں۔ ناظرین کی تشفی و اطمینان کے لئے ہم بھی ان امور کی نشاندہی کرتے

ہیں تاکہ متلاشیانِ حق کی جستجو میں آسانی ہو جائے۔

(۱) کُتّے کی دباغت شدہ کھال کا مسئلہ جس سے نماز جائز ہے دیکھئے ہدایہ فارسی ترجمہ مطبوعہ نولکشور جلد ۱ صفحہ ۲۲' شرح وقایہ عربی مطبوعہ نولکشور ص ۱۴۲'

(۲) چوتھائی لباس نجاست آلود پہن کر نماز پڑھنا' دیکھئے ہدایہ فارسی ترجمہ مطبوعہ نولکشور جلد ۱ صفحہ ۴۸۔

(۳) کھجور کے پانی سے وضو کرنا' دیکھئے ہدایہ کتاب مذکورہ ص ۲۸۔

(۴) وضو بلا نیت کرنا' دیکھئے تفسیر فتح القدیر مطبوعہ نولکشور جلد ۱ ص ۱۳' عینی شرح ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۱۰۶' مطبوعہ نولکشور۔

(۵) نماز فارسی میں پڑھنے اور اللہ اکبر کی جگہ خدائے بزرگ کہنے کی ہدایت' ہدایہ جلد ۱ صفحہ ۷۶ مطبوعہ نولکشور۔

(۶) نماز میں ایک چھوٹی سی آیت مثل مدہامتان' پڑھ لینا۔ دیکھئے فتاوائے عالمگیریہ جلد ۱ صفحہ ۲۵' مطبوعہ دہلی۔

(۷) رکوع و سجود میں طمانیت نہ کرنا یعنی اول میں برائے نام جھکنا اور ثانی میں ٹھونگیں مارنا۔ دیکھئے فتاوی قاضی خاں جلد ۱ صفحہ ۵۹ مطبوعہ نولکشور'

(۸) سلام کی جگہ گوز مارنا' دیکھئے ہدایہ مذکورہ جلد ۱ صفحہ ۹۲۔ اور شرح وقایہ ص ۱۲۲' کنز الدقائق کلاں چھاپہ دہلی صفحہ ۳۰ و ۳۱۔

حکمِ رسول کی سرتابی حج باعثِ گمراہی و ضلالت

چونکہ مذہبِ سُنّیہ کے پیروکاروں نے عملاً اہلبیت کا دامن چھوڑ رکھا' لہٰذا اُن کے مذہب میں ایسے ایسے مکروہ مسائل پیدا ہو چکے ہیں کہ جنکے

معائنہ سے ان کی مذہبی عزت کا جنازہ نکل جاتا ہے آپ بھی دیکھئے کہ کس دھوم سے جا رہا ہے۔

(۱) سُنّی حضرات سُوّر کے بال پاک جانتے ہیں۔ (ھدایہ مطبوعہ مصطفائی صفحہ ۳۹)

(۲) عضو تناسل پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت کرنا جائز ہے (فتاویٰ برہنہ مطبوعہ لاہور جلد ۲ صفحہ ۱۸)

(۳) کتّے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھنا کوئی عیب نہیں ہے۔ (غایت الاوطار ترجمہ اردو درِ مختار مطبوعہ صدیقی ص ۱۰۱)

(۴) کُتّے کی کھال کا ڈول بنا کر پانی پینا اور جائے نماز تیار کرنا درست ہے۔ (غایت الاوطار مذکورہ ص ۱۰۱)

(۵) اگر ماں، بہن سے نکاح کرلیں اور ان سے ہمبستر ہوں تو وہ "زنا" نہیں ہے نہ اِس پر "حدِ شرعی" قائم ہو سکتی ہے (ھدایہ مطبوعہ مصطفائی جلد ۱ صفحہ ۶۶۶)

(۶) اگر ایسی لڑکی سے "باپ" نکاح کرے جو بوجہ حرام پیدا ہوئی۔ تو جائز ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۳ مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۷۰)

(۷) رنڈیوں کی خرچی جائز ہے (فتاویٰ قاضی خان، جلد ۴ صفحہ ۴۰۶، کنز الدقائق ص ۱۶۸)

(۸) خون و پیشاب سے آیاتِ قرآنی لکھ سکتے ہیں (فتاویٰ قاضی خان مطبوعہ نولکشور جلد ۴ صفحہ ۳۶۴)

(۹) اگر نو پیالے تک شراب پی جائے اور نشہ نہ ہو تو جائز ہے، (فتاویِٰ عالمگیری مطبوعہ دِلّی جلد ۵ صفحہ ۱۵)

(۱۰) شراب سے وضو جائز ہے (ہدایہ مترجم فارسی مطبوعہ نولکشور جلد ۱ صفحہ ۲۸)

(۱۱) حالتِ روزہ میں اگر مُردہ یا جانور سے جماع کر لیا جائے، اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا (فتاویٰ قاضی خاں جلد ۱ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ نولکشور)

(۱۲) سُوّر کی چربی، کھال، ہڈی، منی وغیرہ سب حلال ہیں صرف گوشت حرام ہے (رحمۃ الامۃ صفحہ ۸ و ۱۰)

(۱۳) کپڑے پر لگی ہوئی منی کو دھونے کی ضرورت نہیں، ناخن سے کھرچ لینا کافی ہے (بحوالہ اِصلاح جلد ۱۲ نمبر ۶)

(۱۴) مینڈک، دریائی کُتّا، دریائی سُوّر، غرضیکہ تمام آبی جانور حلال ہیں (حیوٰۃ الحیوان جلد ۲ صفحہ ۲۶)

(۱۵) چیل، کوّا، گوہ، لومڑی وغیرہ حلال ہیں (رحمۃ الامۃ ص ۱۴۰)

(۱۶) رشوت اور شطرنج بازی حلال ہے (ردالمختار بحوالہ اعجاز داؤدی ص ۶۲)

(۱۷) کل اذہاب دبغ فقد طہر وجازت الصلوٰۃ فیہ والوضوء فیہ الا جلد الخنزیر والادمی یعنی ہر کھال جلد دباغت سے پاک ہو سکتی ہے اور نماز و وضو اس سے جائز ہے۔ مگر آدمی و سُوّر کی کھال پاک نہیں ہو سکتی یعنی کُتّے، بلّی، چیتے وغیرہ سب کی کھالیں پاک ہو گئیں (شرحِ وقایہ بحوالہ اعجاز داؤدی ص ۶۲)

(۱۸) اذا صلّی علی جلد کلب او ذئب قد ذبح جازت الصلوٰۃ یعنی کُتّے اور بھیڑیے کی کھال پر نماز جائز ہے بشرطیکہ ان کو ذبح کر لیا جائے (فتاویٰ قاضی خاں جلد ۱ صفحہ ۱۱ مطبوعہ نولکشور)۔
لیجئے یہاں قیدِ دباغت بھی اٹھ گئی، اور پھر کُتّے و بھیڑیے کا

ذبح کرنا بھی ثابت ہو گیا۔ (فتاوی قاضی خاں جلد ۳ صفحہ ۲ مطبوعہ نولکشور)

(۱۹) اما ذبح بالتسمیہ وصلی مع لحمہ وجلدہ قبل الدباغۃ یجوز الا الخنزیر اذا ذبح بالتسمیہ لایطھر واما اذا دبغ جلدہ ففی ظاہر الروایۃ عن اصحابنا لایطھر وعلیہ عامۃ المشایخ وروی عن ابی یوسف یطھر ویجوز بیعہ یعنی "بسم اللہ" کہہ کر جس جانور کو بھی ذبح کریں، اس کا گوشت اور کھال بغیر دباغت کے پاک ہے اور اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ سوائے سور کے کہ وہ بسم اللہ اور دباغت سے بھی پاک نہ ہوگا۔ اور اسی پر علماء کا اتفاق ہے مگر امام ابی یوسف کے نزدیک وہ طاہر ہے اور اس کا فروخت کرنا جائز ہے۔ (منیۃ المصلی مطبوعہ لاہور صفحہ ۳۳)

(۲۰) لولفت الحشفۃ بثوب او غیرہ لم یجب الغسل کما فی الجلالی۔ یعنی اگر حشفہ پر کپڑا لپیٹ کر مباشرت کی جائے تو غسل واجب نہیں، ایسا ہی "جلالی" میں ہے (جامع الرموز مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۰)

(۲۱) لو جامعھا بخرقۃ علی ذکرہ لا یثبت الحرمۃ کما فی الخلاصۃ۔ یعنی اگر عورت سے کپڑا لپیٹ کر مخصوص عمل کرے تو اس کی حرمت ثابت نہیں کتاب خلاصہ میں اسی طرح درج ہے۔ (کتاب کنز الدقائق باب النکاح)

(۲۲) ان اولج الحشفۃ فی القبل والدبر ملفوفہ بخرقۃ فان وجد الموالج اللذۃ وجب الغسل والا فلا۔ یعنی اگر کپڑا لپیٹ کر حشفہ کو آگے یا پیچھے کی راہ میں داخل کرے تو

بصورت لذت غسل واجب ہے اور اگر کچھ معلوم نہ ہو تو نہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (حاشیہ چلپی شرح وقایہ)

(۲۳) جو کوا دانہ کھاتا ہو اور مردار بھی کھاتا ہو حلال ہے۔ (تمیز الاحکام در بیان حلال و حرام مطبوعہ مطبع احمدی دہلی صفحہ ۵)

(۲۴) امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مطابق "الو" بھی حلال ہے۔ (حوالہ مذکورہ صدر)

(۲۵) شاہ عبد العزیز دہلوی نے تحفہ اثنا عشریہ کید ہشتاد و پنجم صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ:-

"حضرات ائمہ در زمان خود اہم مقدمات سلوک و طریقت را ساختہ اند و مقصد شریعت را بر ذمہ یاران رشید و مصاحبان حمید خود حوالہ فرمود"

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ دربارہ شریعت اہلسنت نے ائمہ اطہار سے کوئی ہدایت حاصل نہیں کی ہے بلکہ ان کے یاروں دوستوں ابو حنیفہ وغیرہ کا شریعت میں اتباع کیا ہے۔

اب جبکہ خود مسلسل علمائے اہلسنت اقرار کرتے چلے آرہے ہیں۔ کہ ان کے مذہب کے بانی ائمہ اہلبیت نہیں ہیں بلکہ دیگر یاران ہیں تو پھر ہم کیسے ان کا زبانی کلامی دعوی تمسک بالثقلین صحیح مان لیں۔ ہم مجبور ہیں کہ دنیا کو علانیہ بتا دیں کہ ہمارے سنی بھائیوں نے اہلبیت کا پاک دامن چھوڑا اور اس لاتعلقی ہی کا نتیجہ ہے ان کے مذہب میں نجاست کے ڈھیر نظر آتے ہیں جنھیں لاکھ چھپانے کی کوشش کی جائے۔ قوت شامہ اس بوئے بد کو ضرور سونگھ لیتی ہے۔

اَب ہم پنجتنؑ پاک سے متعلقہ محبت کا ایک موازنہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں جس سے سُنّی بھائیوں کی اہلبیتؑ سے محبت اور شیعوں کی مودت کا بخوبی اندازہ قائم ہو جائے گا اور یہ سلسلہ ہم اوّلاً حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ پاک کے ذکر سے شروع کرتے ہیں۔

سرکارِ رسالتمآبؐ سے محبّت

شیعہ نظریات

(۱) شیعہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "معصوم" مانتے ہیں۔ آپؐ سے کسی قصداً یا سہواً صغیرہ یا کبیرہ گناہ کا سرزد ہونا ممکن نہیں جانتے۔

(۲) حضورؐ کو نور اور پیدائشی نبیؐ و رسولؐ تسلیم کرتے ہیں۔

(۳) آپؐ پر شیطان کا قابو تسلیم نہیں کرتے۔

(۴) آپؐ کے والدین کو مشرک نہیں مانتے ہیں۔

(۵) آپؐ کو عادل و منصف اعتقاد کرتے ہیں۔

(۶) آپؐ کو علیم سمجھتے ہیں۔

(۷) آپؐ کا ہر قول و فعل سنّت جانتے ہیں۔

(۸) آپؐ کو خُلقِ عظیم مانتے ہیں۔

(۹) آپؐ کو عالم الغیب مانتے ہیں۔

(۱۰) آپؐ کو زندہ اعتقاد کرتے ہیں۔

(۱۱) آپؐ کو نجاستِ ظاہری و باطنی سے محفوظ مانتے ہیں۔

(۱۲) آپؐ نے منصبِ رسالت کے کار کو احسن طریقہ سے انجام دیا ہے۔

(۱۳) اُمّت کو مکمل ضابطہ حیات بخشا ہے۔

(۱۴) اَبدی ہدایت کا مکمل بندوبست فرمایا ہے۔

(۱۵) ہر لحاظ سے پورا اور مکمل دین، اُمّت کو دیا ہے

(۱۶) حضورؐ کے بعد نہ ہی کوئی نبیؐ و رسولؐ آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا دین۔

(۱۷) آپؐ نے اُمّت کو لاوارث ہرگز نہیں چھوڑا ہے بلکہ ثقلین کے حوالے کیا ہے تاکہ اُمّت ہر گمراہی سے محفوظ رہے۔

(۱۸) آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنا قائم مقام بحکم خدا مقرر فرمایا ہے۔

(۱۹) شیعہ کے نزدیک اِتّباعِ رسولؐ ہی دراصل اطاعتِ خداوندی ہے۔

(۲۰) شیعہ، سنّتِ رسولؐ کے علاوہ کسی اُمّتی کی سیرت کا اِتّباع نہیں کرتے ہیں۔

سُنّی نظریات

(۱) عقیدۂ اہلسنّت کے مطابق حضورؐ سے گناہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ بیشتر مثالیں کتبِ سُنّیہ میں درج ہیں جن سے آنحضرتؐ کا معاذاللہ گناہگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اِس تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں میری کتاب "فروعِ دین"۔

(۲) سُنّیوں کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ چالیس برس کی عمر میں نبی بنے اور ایک عام بشر تھے۔

(۳) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرقوم ہے کہ شیطان نے حضورؐ پہ قابو پالیا۔ دیکھئے بخاری پ۲۱ حدیث ۲۵ اور مسلم حصّہ اوّل حدیث ۸۴۶۔

(۴) اہلسنت کے عقیدے کے مطابق حضورؐ کے والدین و آباء و اجداد جہنمی تھے۔ دیکھئے بخاری شریف۔

(۵) کتبِ اہلسنت کے مطابق آنحضرتؐ عادل و منصف نہ تھے بلکہ بے انصاف تھے۔ جیسا وہ ازواج کے معاملہ میں معاذاللہ بے انصافیاں کرتے تھے، تفصیل کیلئے دیکھئے صحیح بخاری پ۱ حدیث ۱۲ و ۱۳، اور پ۱ حدیث ۲۸۵۵ و ۲۸۵۶ صفحہ ۲۱۱۔

(۶) سُنّی کہتے ہیں کہ حضورؐ اَن پڑھ و جاہل تھے جیسا کہ اُمّی کے معنی یہی لئے جاتے ہیں۔

(۷) سُنّی کے نزدیک نبیؐ کا ہر قول و فعل قابلِ اتباع نہیں ہے بلکہ اہلسنت نبیؐ کی زندگی کے دو حصے کرتے ہیں ایک نبوی اور دوسرا غیر نبوی۔ جیسا کہ شبلی نعمانی اور ولی اللہ وغیرہ نے لکھا ہے۔ یہ تفصیل ملاحظہ کیجئے میری کتاب "صرف ایک راستہ" میں۔

(۸) سُنّی کتب "صحاح ستہ" میں جو کردار رسولؐ کا دکھایا گیا ہے اُس کے مطالعہ کے بعد محمد شاہ رنگیلا بھی شرما گیا ہوگا۔ چند مثالیں دیکھئے میری کتاب "فروعِ دین" میں۔

(۹) حضور کو علمِ غیب ہونا تو کجا سُنّی مذہب کے مطابق نبیؐ اسقدر بے خبر تھے کہ خیال میں وہ کوئی کام کر رہے ہوتے تھے جو کہ دراصل وہ نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ فرمائیے۔ صحیح مسلم شریف جلد ۲۔

(۱۰) اہلسنت کے نزدیک حضورؐ معاذاللہ مردہ ہیں لہذا یا رسول اللہ

کہنا شرک ہے۔ (حزب اللہ)

(۱۱) بخاری شریف پ۱ صفحہ ۳۱، حدیث ۲۳۱ کے مطابق آنحضرتؐ کو معاذاللہ پیشاب وغیرہ کے چھینٹوں سے بچنے کی پرواہ نہ تھی۔

(۱۲) سُنّی عقیدے کے مطابق حضورؐ کارِ نبوت میں خامیاں رکھ جاتے تھے جن کی پھر خدا کو بذریعہ وحی اصلاح کرنا پڑتا تھا، خصوصاً خدا کو حضرت عمر کی رائے پسند آیا کرتی تھی۔

(۱۳) سُنّی مذہب کے مطابق حضورؐ دین کو اسطرح مکمل چھوڑ کر نہ گئے کہ وہ مادی و روحانی مسائل کے لئے کافی ہوتا، بلکہ ادھورا چھوڑ گئے جسے قیاس کی کارستانیوں نے مکمل کرنا ہے۔

(۱۴) حضورؐ امت کی ہدایت کا مکمل بندوبست فرما کر نہ گئے بلکہ یہ کام اُمت کے سپرد کر گئے کہ جیسا موقعہ دیکھو دین کی ویسی ناک موڑ لو۔

(۱۵) حضورؐ پورا دین بھی نہ کر سکے بلکہ صحابہ کے لئے گنجائش چھوڑ گئے کہ وہ اپنے اپنے مختلف اجتہاد سے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرتے رہیں۔ تاکہ اُمت میں اختلاف خوب بڑھ جائے کیونکہ اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔

(۱۶) حضورؐ کے بعد نبی و رسول آئے یا نہ آئے لیکن خلفاءِ راشدین پر الہام ضرور ہوا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب "فروعِ دین"۔

(۱۷) سُنّی عقیدے کے مطابق گروہِ انبیاء کا نہ ہی کوئی وارث ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کسی کے وارث ہوتے ہیں۔ لہذا حضورؐ اُمت کو بھی لاوارث ہی چھوڑ گئے ہیں۔

(۱۸) رسولؐ نے اتنے بڑے مسئلہ میں خاموشی اختیار کر کے اُمت کے

بلوغ کا چسکا لیا ہے اور چودہ سو سالوں سے کشت و خون کا نظارہ لے رہے ہیں جس کی اہمیت حضرات شیخین کے نزدیک دفنِ رسول سے بھی ضروری تھی۔ یعنی آپؐ اپنا کوئی ولیعہد مقرر نہ کر گئے۔ اور دین کے اس ۲۳ سالہ محنت سے پرورش کردہ نونہال کو اپنے رحم و کرم پر چھوڑ گئے۔

(۱۹) سُنّیوں کے نزدیک رسول کے اتباع سے زیادہ صحابہ کی پیروی ضروری ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے میری کتاب "فروعِ دین"۔

(۲۰) سُنّی، قرآن و سنّت اور نظامِ مصطفےٰ کو ہرگز کافی نہیں سمجھتے، لیکن سیرتِ شیخین کو ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ ان کے مطابق اصل نظام "دینِ محمدؐ" نہیں بلکہ "نظامِ خلافتِ راشدہ" ہے۔ اسلئے کہ وہ قرآن و سنّت کی کمی پوری کرتا ہے۔

محبتِ علیؑ

شیعہ نظریات

(۱) شیعیانِ اہلبیتؑ، حضرت علی علیہ السلام کو اللہ کا ولی۔ رسولؐ کا وصی اور آپ کا "خلیفہ بلا فصل" اعتقاد کرتے ہیں۔

(۲) شیعہ، جناب امیر علیہ السلام کو امامِ معصوم و منصوص مانتے ہیں۔

(۳) شیعوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مرتضیٰ علیؑ بعد از رسولؐ اکرم تمام مخلوقات سے افضل ہیں۔

(۴) شیعہ بمطابق ارشاد حضرت پیغمبرؐ، حضرت علیؑ کو علم و حکمت کے

شہر کا دروازہ مانتے ہیں۔

(۵) شیعہ کا اعتقاد ہے کہ محبتِ علیؑ جزوِ ایمان ہے۔

(۶) شیعہ ہر اُس شخص سے عداوت رکھتے ہیں جس نے حضرتِ امیرؑ سے عداوت رکھی۔

(۷) شیعہ کے نزدیک علیؑ کی محبت عبادت ہے جیسا کہ حدیثِ رسولِ اکرمؐ سے ثابت ہے۔

(۸) حدیثِ نبویؐ کے مطابق شیعہ، بغضِ علیؑ کو منافقت کی نشانی سمجھتے ہیں۔

(۹) شیعہ کے نزدیک دشمنِ علیؑ، مومن نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱۰) قولِ رسولؐ کے مطابق شیعہ اعتقاد ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی یا بُرا کہا اُس نے رسولؐ کو گالی بکی یا حضورؐ کو بُرا کہا۔

(۱۱) شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جو جو علیؑ سے لڑا اُس نے حدیث کے مطابق رسولِ کریمؐ سے لڑائی کی۔

(۱۲) شیعہ، حضرت علیؑ کو نفسِ رسولؐ مانتے ہیں۔

(۱۳) شیعہ، ہر دشمنِ علیؑ کو مستحقِ لعنت سمجھتے ہیں۔

(۱۴) شیعہ، حضرت علیؑ کو مطیعِ خدا و رسولؐ سمجھتے ہیں۔

(۱۵) شیعہ، حضرت علیؑ کو "امام المتقین" مانتے ہیں۔ اور اُن سے کوئی صغیرہ و کبیرہ گناہ کا ارتکاب منسوب نہیں کرتے۔

(۱۶) شیعہ، حدیثِ رسولؐ کے مطابق "ذکرِ علیؑ" کو عبادت تسلیم کرتے ہیں۔

(۱۷) شیعہ، حضرت علیؑ کو دین کا پیشوا حقیقی، ہادیٔ برحق، وارثِ کتاب و سنّت مانتے ہیں۔

(۱۸) شیعہ کی علیؑ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ذکرِ علیؑ سے اِنکے چہرہ پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔

(۱۹) شیعہ کی ہر محفل و مجلس کی زینت ذکرِ علیؑ ہے۔

(۲۰) شیعہ، حضرت علیؑ کو اسلام کا محسنِ اعظم سمجھتے ہیں۔

سُنّی نظریات

(۱)—— سُنّی بھائی "علیؑ ولی اللہ وصیِ رسول اللہ و خلیفہ بلا فصل" کے قائل نہیں ہیں۔ بلکہ وہ خدا و رسولؐ کے اِس فیصلے کے خلاف دنیوی عدلیہ میں مقدمہ دائر کرتے ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے میری کتاب " علیؑ وّلی اللہ "۔

(۲) سُنّی، ہرگز حضرت علیؑ کو امام معصوم و منصوص اِعتقاد نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو مملکتِ اسلامیہ کا چوتھا بادشاہ کہتے ہیں۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمایئے "کتاب خلافتِ علیٰ منہاج نبوّت" مولوی محمد اَمین خادمؔ ۔ یہ کتاب کامونکے ضلع گوجرانوالہ سے اَنجمن شبابِ اَہلِ حدیث نے شائع کی ہے۔

(۳) سُنّی حضرات عموماً فضیلتِ جنابِ امیر علیہ السلام کے ہرگز قائل نہیں ہیں، بلکہ ان کی اکثریت اصحابِ ثلاثہ کے بعد حضرت علیؑ کو اَفضل مانتے ہیں جب کہ کئی سُنّی حضرت علیؑ کو معاذ اللہ معاویہ، یزید اَور مروان کے برابر کا عام مسلمان سمجھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے "کتاب خلافت علیٰ منہاج نبوت"۔ محمود احمد عباسی، عزیز احمد صدیقی، محمد دین ابو یزید بٹ وغیرہ نواصب نے جنابِ اَمیر المومنینؑ کو معاذ اللہ یزیدؔ جیسے فاسق و فاجر و کافر شخص سے کمتر ہونیکا تاثر دیا ہے۔

(۴) سُنّی، حضرت علی علیہ السلام کو جاہل اِعتقاد کرتے ہیں اور حدیث مدینۃ العلم کا انکار کرتے ہیں۔ حدیث موصوفہ کے بارے میں سُنّی علماء نے اِسطرح لکھا ہے: "شاہ عبد العزیزؒ نے بھی اِسے موضوع تحریر کیا ہے۔ اور کسی محقق نے آج تک اِسے صحیح نہیں کہا، البعض نام نہاد مفتی پیٹ کی خاطر اَور رافضیوں کو خوش کرنے کے لئے لب کشائی کرنے لگ جاتے ہیں کہ یہ صحیح ہے اِسے فلاں نے صحیح کہا، فلاں نے کہا میرے عزیز خادمِ اَہلسنّت کا ذِکر کر رہا ہے آجتک تمام محدثین اَہلسنّت کا اِتفاق ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ (کتاب خلافت علیٰ منہاج نبوّت صفحہ ۹۲)

(۵) سُنّیوں کے نزدیک حضرت علیؑ کی محبت ضروری نہیں ہے۔ بلکہ اَہلسنّت کے نزدیک قاتلِ حضرت علیؑ بھی مومن ہے۔ دیکھئے فقہِ اکبر کی شرح مُلاّ علی قاری حنفی۔ بلکہ بعض سُنّیوں نے قاتلِ اَمیر المومنین کو مجتہد قرار دیا ہے۔ تفصیل ملاحظہ کیجئے، میری کتاب فروعِ دین۔

(۶) سُنّی ہر اُس شخص سے محبت رکھتے ہیں جو حضرت علی علیہ السلام سے عداوت رکھتا تھا۔ مثلاً اصحاب ثلاثہ، معاویہ و دیگر بنی اُمیّہ، بی بی عائشہ، طلحہ و زبیر و خالد وغیرہم بلکہ اَہلسنّت نے قاتلِ اَمیر المومنین عبد الرحمٰن ابنِ ملجم تک کی شان میں قصائد لکھے ہیں۔

(۷) سُنّیوں کے لئے محبتِ علیؑ عبادت تو کجا مروّت میں بھی شامل نہیں ہے کہ جس شخص کے نام میں علیؑ کا نام لگا ہو اُسکو فوراً"

رافضی سمجھ کر نفرت کرنے لگ جاتے ہیں بلکہ مشہور شاعر "علی بن جہم" کو افسوس ہوا کرتا تھا کہ اس کے باپ نے اسکا نام "علی" کیوں رکھا چنانچہ اِس سُنّی شاعر کے عذر کا بیانِ صفائی علامہ اہلسنّت ابنِ خلکان اپنی کتاب وفیات الاعیان میں اِسطرح لکھتے ہیں۔

انہ کان معذورًا فی بغض علی والانحراف عنہ لان محبتہ لا یجتمع مع التسنن۔ یعنی علی بن جہم حضرت علی علیہ السلام سے اس لئے عداوت رکھتا تھا کہ آپؑ کی محبت تسنن کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتی۔ پس **ناطق فیصلہ** ہوگیا کہ اہلِ تسنن اور محبتِ علیؑ کبھی ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔

(۸) اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک بُغضِ علیؑ ایمان کیلئے ہرگز مضر نہیں ہے بلکہ محبتِ علیؑ کے بغیر بھی مسلمان مومن ہوسکتا ہے جیساکہ مشہور سُنّی عالم مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں کہ علیِ مرتضیٰ سے محبت رکھنا ضروری دین و جزوِ ایمان کہا جاتا ہے جو بالکل غلط ہے۔ صوفی لوگ جو اُن (علیؑ) کو اسلام و پیشوائے اولیاءِ کرام کہتے ہیں۔ یہ اُن کا دھوکا ہے۔ (شہادت صفحہ ۱۳۹ و ۱۴۰)

(۹) سُنّیوں کے نزدیک کوئی شخص عداوتِ علیؑ کے بغیر مومن نہیں ہوسکتا ہے جیساکہ سُنّیوں کے امام احمد بن حنبل نے کہا ہے۔ الرجل لا یکون مومنا حتّٰی یبغض علیاً۔ دیکھئے کتاب الآیات صفحہ ۶۶ — (ترجمہ) کوئی آدمی بلا بغضِ علیؑ "مومن" نہیں ہوسکتا۔

(۱۰) سُنّی بزرگوں نے کئی سال برسرِ منبر جنابِ علیؑ اور اولادِ علیؑ پر

سبّ و شتم کیا۔ دیکھئے تفصیلات "خلافت و ملوکیت کا تجزیہ" مؤلفہ غلام علی۔

(۱۱) سُنّی اُن تمام محاربین کو معزز و محترم و رہنما اعتقاد کرتے ہیں۔ جو حضرت علیؑ کے خون کے پیاسے تھے اور اُن سے ساری عمر قتال کرکے بالواسطہ رسُولؐ سے نبرد آزما رہے۔ مثلاً معاویہ۔ عمرو بن العاص، عبداللہ بن عمرو وغیرہم۔

(۱۲) سُنّی، نفسِ رسُولؐ کو (معاذاللہ) موذیِ رسُولؐ کہتے ہیں جیساکہ صحیح بخاری میں ابوجہل کی لڑکی سے نکاح کا قصہ گھڑ کر جنابِ امیر علیہ السلام پر سُنّیوں نے اِلزامات لگائے ہیں۔ نیز سُنّی حضرات "آیتِ مباہلہ" کا اِنکار کرکے حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کا اِنکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "مباہلہ" تو ہوا ہی نہیں ہے۔ اِسی طرح کئی روایات ایسی لکھتے ہیں جس سے جنابِ امیرؑ کو ایذا رسانِ رسُولؐ کہا گیا ہے۔

(۱۳) سُنّی کسی دشمنِ علیؑ پر لعنت کرنا جائز نہیں سمجھتے، بلکہ ہر دشمن کی صفائی وکالتِ اجتہاد کی دستاویزات سے کرکے اُن کو مغفور و مرحوم ثابت کرتے رہے۔

(۱۴) سُنّی، حضرت علیؑ سے اِس قدر پرخاش و کدورت رکھتے ہیں کہ آپؑ کو نافرمان و حکم عدولِ رسُولؐ ثابت کرتے ہیں جیساکہ مولوی محمد امین خادم نے اپنی کتاب خلافت علیٰ منہاج النبوت کے صفحہ ۱۱۷ پر لکھا ہے کہ معاذ اللہ حضرت علیؑ نے نبیؐ کے حکم کو نہ مانا۔ یا پھر ہم نے گذشتہ صفحات میں نماز سے اِنکار کرنیوالا

من گھڑت قصہ نقل کیا ہے۔

(۱۵) سنّی حضرت علیؑ کو امام المتقین ماننا تو درکنار، اُلٹا آپؑ کو بدکردار، غاصب و خائن اعتقاد کرتے ہیں جس طرح مولوی محمد امین خادم نے کتاب خلافت علیٰ منہاج النبوت، کے صفحہ ۱۱۷ پر یہی لکھا ہے کہ "حضرت علیؓ نے نبیؐ کے حکم کو نہ مانا (۲) انھوں نے حضورؐ کو ایذا دی (۳) اپنے عیال کی حق تلفی کی (۴) مالِ غیر میں تصرف کیا (۵) آنحضرتؐ کو ناراض کیا۔ (نعوذ باللہ من ذالک)

(۱۶) سنّی، ذکرِ علیؑ کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ آج بھی ایک سنّی گروہ نے اشتہاری مہم چلا رکھی ہے کہ علیؑ کا ذکر کرنا شرک ہے۔ حزب اللہ، کا نوشتہ دیوار غالباً آپ کی نگاہوں میں گھوم گیا ہوگا۔

(۱۷) سنّی نہ ہی حضرت علیؑ کو دین کا حقیقی پیشوا و ہادی مانتے ہیں نہ ہی وارثِ کتاب و سنّت، بلکہ اہلسنّت کے نزدیک آپؑ کا مرتبہ عام مجتہد جتنا بھی نہ تھا۔ جیسا کہ شرح وقایہ حاشیہ چلپی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۳۲ میں ہے کہ ان علیاً لم یکن من اھل الاجتہاد یعنی علیؑ مجتہد بھی نہ تھے۔

(۱۸) سنّیوں کی محبتِ علویہ کا یہ عالم ہے کہ ذکرِ علیؑ سنتے ہی آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور آجکل ایک سنّی گروہ اس کوشش میں عملاً معروف ہے کہ علیؑ کا نام تک تاریخ میں سے حذف کر دیا جائے۔

(۱۹) سنّی حضرات نے کبھی بھی ذکرِ علیؑ کی مخصوص محفل منعقد نہیں کی ہے اگر دکھاوے کیلئے کر بھی لیں تو سیرت و فضائلِ دشمنانِ علیؑ

ہی گھڑے بیان کر کے جناب امیر علیہ السلام کی تنقیص کرتے ہیں۔

(۲۰) سنّی، اسلام کے زوال کا سبب ذاتِ امیر المومنین علی علیہ السلام کو قرار دیتے ہیں جیسا کہ شاہ ولی اللہ کا بیان ہم نے گذشتہ اوراق میں نقل کیا۔ سنّیوں کا مشہور مقولہ ہے کہ اگر ایک عمرؓ اور ہوتا تو اسلام ساری دنیا میں پھیل جاتا۔ اور اگر ایک علیؑ (معاذ اللہ) اور ہوتا تو اسلام صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔

مؤدّۃِ سیّدۂ طاہرہ

شیعہ نظریات

(۱) شیعہ، سیّدہ طاہرہ جناب فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کو معصومہ اور صدیقہ مانتے ہیں۔

(۲) بحکم رسولؐ، بی بی پاک کو بتول اعتقاد کرتے ہیں۔

(۳) سیّدہ کی ناراضگی کو خدا و رسولؐ کی ناراضگی سمجھتے ہیں۔

(۴) غضبِ سیّدہؑ، غضبِ خدا سمجھتے ہیں اور مغضوبِ خدا کو ملعون جانتے ہیں۔

(۵) یہ اُس ظالم سے بیزاری اختیار کرنا ضروری سمجھتے ہیں جس نے بی بی پاک پر ظلم کیا۔

(۶) شیعہ، معصومہ کو تمام عالم کی عورتوں کے لئے ہدایت کا نمونہ کاملہ اعتقاد کرتے ہیں اور سیّدہ کو صنفِ نازک کے لئے منصوصِ خصوصی رہنما و ہادیہ سمجھتے ہیں۔

(۷) شیعہ، سیدہ طاہرہ کو ایک بیٹی کی حیثیت سے بنتِ کاملہ و صالحہ مانتے ہیں۔

(۸) شیعوں کا نظریہ ہے کہ بی بی پاک، حضرت امیرالمومنینؑ کی اطاعت شعار زوجہ تھیں۔

(۹) شیعوں کی نظر میں سیدہؑ سے بہتر ماں، دُنیا کی کوئی عورت نہ ہو سکی نہ ہوگی۔

(۱۰) شیعوں کے نزدیک، سیدہؑ کی توہین، خدا کی توہین ہے۔

(۱۱) شیعہ، جناب سیدہؑ کو وارثِ رسولؐ مانتے ہیں۔

(۱۲) شیعہ کے نزدیک سیدہ طاہرہ کی ازدواجی زندگی (حدودِ خانہ میں) خوشگوار تھی۔ اور انہیں اپنے شوہر نامدار سے ہرگز کوئی شکایت نہ تھی۔

(۱۳) سیدہ طاہرہ، قرآن مجید کی "آیتِ تطہیر" کی روح ہیں۔

(۱۴) معصومہ پر بعد از رسولؐ، امت نے اس قدر مظالم توڑے کہ اگر دِنوں پر یہ آ پڑتے تو وہ سیاہ راتیں بن جاتے۔

(۱۵) سیدہؑ نے حضرات شیخین سے قطع تعلق کیا اور تا دمِ وفات اُن سے ہم کلام نہ ہوئیں حتیٰ کہ انھیں جنازے پر آنے کی اجازت تک نہ دی۔

(۱۶) خانۂ سیدہؑ، مرکزِ نزولِ ملائکہ تھا۔ اور حضورؐ نے عملاً اِس گھر کو خانۂ سلام قرار دیا تھا۔

(۱۷) سیدہؑ کے گھر کی ہر شے امت کے کام آئی۔

(۱۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیات میں سیدہؑ کو "فدک" ہبہ کیا۔

(۱۹) سیدہؑ، زندگیٔ رسولؐ میں "فدک" کی جائیداد پر قابض و متصرف تھیں۔

(۲۰) سیدہؑ، اسلام کی محسنہ ہیں۔

سنّی نظریات

(۱) سنّی، جناب سیدہؑ کو ہرگز معصوم نہیں مانتے، بلکہ خطا وار تسلیم کرتے ہیں اور اُن کو جھوٹا قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ اُن کے بڑے بزرگ بی بی پاک کو "فدک" کے معاملہ میں جھوٹا سمجھتے تھے اور قصوروار ٹھہراتے ہیں۔

(۲) سنّی، جنابِ سیدہؑ کو "بتول" تسلیم نہیں کرتے ہیں۔

(۳) مذہبِ سُنّیہ کی بنیاد ہی ناراضگیٔ سیدہؑ پر قائم ہے۔ کیونکہ بعد از رسولؐ، بانیانِ مذہبِ سُنّیہ نے سیدہؑ کو ناراض کر کے خدا و رسولؐ کی ناراضگی مول لی۔

(۴) سنّی، جناب سیدہؑ کی ناراضگی کو اہمیت نہ دیتے ہوئے، اُن تمام افراد سے رضامندی کا اظہار کرتے ہیں جنہوں نے معصومہ کو ناراض کیا۔

(۵) سنّی، ہر اُس فرد کو بزرگ جانتے ہیں جس نے سیدہ طاہرہ کو اذیت پہنچائی۔

(۶) سنّی علماء نے بی بی پاک کو نہ ہی افضل النساء مانا ہے، اور نہ ہی ہادیہ، یہی وجہ ہے کہ سنّی کتب میں عائشہ بی بی کی ہزاروں روایات کے مقابلہ میں سیدہؑ سے بہت ہی کم روایتیں نقل کی گئی ہیں۔

(۷) سنّی حضرات کی کتب معتبرہ میں ایسی روایات ملتی ہیں کہ سیدہؑ

'معاذ اللہ' اپنے والد کی حکم عدول تھیں۔ لہذا ایک مثالی بیٹی نہ تھیں۔ مثلاً نمازِ تہجد کا واقعہ صحیح بخاری وغیرہ میں درج ہے نیز صحاح ستہ میں اور بھی بہت کچھ دیکھیے

(۸) سُنّی نظریہ یہ ہے کہ سیّدہؑ جن کی رگوں میں خونِ رسالت گردش کرتا تھا، اپنے شوہر نامدار کی گستاخ تھیں۔ ملاحظہ فرمایئے، عزیز احمد صدیقی کی کتاب "سبائی سبز باغ":

(۹) سُنّی یہ بھی کہتے ہیں کہ جناب سیّدہؑ ایک "ماں" کی حیثیت سے کامیاب "والدہ" نہ تھیں۔ کیونکہ عملی طور پر آپ کم شعور تھیں۔ (دیکھئے کتاب سیّدہ خدیجہ "عزیز احمد صدیقی)

(۱۰) سُنّی، سیّدہؑ طاہرہ کی توہین کرنا کوئی مقدوح فعل نہیں سمجھتے ہیں جیسا کہ "سبائی سبز باغ" مؤلفہ عزیز احمد صدیقی میں ہے۔

(۱۱) سُنّی، سیّدہؑ طاہرہ کو رسُولؐ کا وارث نہیں مانتے، کیونکہ اُنکے نزدیک نبیؐ لاوارث ہوا کرتے ہیں۔

(۱۲) سُنّی زعمِ باطل کے مطابق سیّدہؑ طاہرہ کی ازدواجی زندگی انتہائی تلخ و ناخوشگوار تھی، اور آپ اکثر حضرت علیؑ سے جھگڑا کیا کرتی تھیں (دیکھئے سبائی سبز باغ' اور سیّدہ خدیجہ)

(۱۳) سُنّی عقیدہ کے مطابق "آیتِ تطہیر" میں جناب سیّدہؑ شامل نہیں ہیں، صرف ازواج مراد ہیں۔

(۱۴) سُنّی، اُن تمام مظالم کو پوشیدہ رکھتے ہیں جو جناب سیّدہؑ پر اُمت نے کئے اور آپ صرف چھ ماہ ہی کے عرصہ میں اپنے والد سے جا ملیں۔ بلکہ ان باتوں کو سننا بھی گوارہ نہیں کرتے، کیونکہ اُنکے

بزرگوں کے مظالم کی تشہیر ہوتی ہے۔

(۱۵) سُنّی، سچی بات کا انکار کرتے ہیں۔ حدیث میں تحریف کرتے ہیں۔ اور کوشش کرتے ہیں کہ کوئی نہ کوئی ایسی راہ مل جائے جس سے جناب سیّدہ کی مصالحت شیخین سے بخوش خلقی ظاہر ہو جائے۔ لہذا خود ساختہ حاشیے بنا کر اصل مطالب کو اپنے ازعام کے سانچے میں ڈھالتے ہیں۔ اور جنازے میں عدم شرکت کا سبب بغضِ علیؑ قرار دیتے ہیں۔ اور عزیز جیسے ناصبی یہاں تک لکھتے ہیں کہ سیّدہ کی وفات مشتبہ حالات میں ہوئی کہ حکومت کو تشویش کی ضرورت محسوس ہوئی (سبائی سبز باغ)

(۱۶) اُمت نے اِس گھر کو جلانے کے لئے آگ جمع کی، جہاں فرشتے نازل ہوتے تھے، اور رسُول سلام طہارت پیش کرتے تھے، اہلسنّت کے علماء نے احراقِ خانۂ سیّدہؑ کو مذموم کہنے کی بجائے تعریف کی ہے اور اپنے بزرگوں کا تدبر ظاہر کیا ہے (دیکھئے تحفۂ اثناءِ عشریہ' مؤلفہ شاہ عبدالعزیز دہلوی)۔

(۱۷) سُنّی کے نزدیک جناب سیّدہؑ کا گھرانہ اُمت کی تباہی کا سبب بنا جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی نے لکھا ہے۔

(۱۸) سُنّی کے بزرگوں نے رسُولؐ کے عطا کردہ "فدک" کو سیّدہؑ سے غاصبانہ و متشددانہ چھین لیا ہے۔ اور اہلسنّت اِس غصب کو عینِ حق اعتقاد کرتے ہیں۔

(۱۹) قوت و اقتدار کو استعمال کر کے سُنّیوں کے شیوخ نے سیّدہؑ کے مقبوضہ جائیداد (فدک) کو چھین لیا۔ اور خود فریق ہوتے

ہوتے بھی اپنے خلاف دعویٰ کا خود ہی اپنے حق میں فیصلہ کر کے انصاف اور عدل کی دھجیاں بکھیر دیں۔

(۲۰) علمائے اہلسنّت نے علانیہ لکھا ہے کہ جنابِ سیّدہ نے حضرت ابوبکر کی مخالفت کر کے اسلام پر کوئی احسان نہیں کیا ہے۔ بلکہ نزاع و فساد کا بیج بویا ہے۔

اِمام حسنؑ سے محبت

شیعہ نظریات

(۱) شیعہ، امام حسن علیہ السلام کو دوسرا امام منصوص مانتے ہیں

(۲) شیعہ، امام حسن علیہ السلام کو معصوم اعتقاد کرتے ہیں۔

(۳) شیعہ، امام حسنؑ کو اپنے وقت میں ہدایت کا سرچشمہ تسلیم کرتے ہیں۔

(۴) شیعہ، امام حسنؑ کو وارثِ علم مانتے ہیں۔

(۵) امامِ پاک کے کردار کو ہر صغائر و کبائر سے طاہر و مطہّر یقین کرتے ہیں۔

(۶) شیعہ، آپؑ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔

(۷) شیعہ، آپؑ کے دوستوں کے دوست ہیں۔

(۸) حضرت امام حسنؑ نے معاویہ کی بیعت ہرگز نہیں کی۔

(۹) "معاہدۂ صلح" دراصل امام حسنؑ کی کامیابی ہے۔

(۱۰) قولِ رسولؐ ہے، جس نے حسنؑ سے لڑائی لڑی، اُس نے مجھ سے لڑائی کی، لہٰذا شیعہ اُن تمام محاربینِ رسولؐ سے نفرت کر کے امام حسنؑ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔

(۱۱) امام حسنؑ کو زہر سے شہید کیا گیا۔

(۱۲) شہادتِ امام حسنؑ دراصل حضورؐ کی خفی شہادت ہے۔

(۱۳) امام حسنؑ سخیٔ زمانہ تھے۔

(۱۴) امام حسنؑ نے شرعی حدود سے تجاوز کر کے شادیاں ہرگز نہیں کیں۔

(۱۵) امامِ پاک کو شیعوں کی جانیں اور مال عزیز تھے۔

(۱۶) امام حسنؑ اپنے والدینِ بزرگوار اور نانا نامدار کے مطیع تھے۔

(۱۷) امام حسنؑ مردِ میداں اور شجاع تھے۔

(۱۸) امام حسنؑ اپنے والد کو "خلیفہ بلافصل" اعتقاد کرتے تھے۔

(۱۹) امام حسنؑ نے اپنی مادرِ گرامی کی حقانیت کی گواہی دی۔

(۲۰) امام حسنؑ کے جنازے پر مسلمانوں نے تیر برسائے۔

سنّی نظریات

(۱) سُنّی، نہ ہی امام حسنؑ کو امام مانتے ہیں اور نہ ہی منصوص، اسی لئے ان کی کتابوں میں آپؑ سے روایات نقل نہیں ہوتیں۔

(۲) سُنّی حضرات، عصمتِ امام حسنؑ کے مطلق قائل نہیں ہیں۔

(۳) وارثِ علمِ رسولؐ سمجھنا تو کجا، حضرات سُنّیہ، امام حسنؑ کو کم فہم جاہل مانتے ہیں۔ دیکھئے ناصبی لٹریچر از عزیز احمد صدیقی۔

(۴) سُنّیوں کے نزدیک امام حسنؑ منصبِ ہدایت پر فائز نہ تھے بلکہ ان کو دینی مسائل پر قطعی دسترس حاصل نہ تھی۔ جیسا کہ ابن کثیر اور ابن تیمیہ وغیرہ نے لکھا ہے اور آج کل ناصبی عزیز احمد کی گمراہ کن تحریرات سے ثابت ہے۔

(۵) سُنّی اکثر امام حسنؑ کے کردار پر رکیک حملے کرتے رہے ہیں خصوصاً کثرتِ جماع کا اعتراض تو ہر سُنّی کے نوکِ زبان پر ہے۔

(۶) سُنّی حضرات امام حسنؑ کے دشمنوں کے حقیقی دوست ہیں اور اُن کو اپنا پیشوا امام مانتے ہیں مثلاً معاویہ ابن اَبی سفیان وغیرہ۔

(۷) سُنّی، امام حسنؑ کے دوستوں کو بنظرِ حقارت دیکھتے ہیں۔ اور اُن کو "رافضی" کہتے ہیں۔

(۸) سُنّیوں کے نزدیک امام حسنؑ نے معاویہ کی بیعت کرلی تھی اور وہ معاویہ کو امام حسنؑ سے افضل اعتقاد کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے محمود احمد عباسی اور عزیر احمد صدیقی کی تالیفات۔

(۹) سُنّیوں نے امام حسنؑ کے معاہدۂ صلح کو "دین فروشی" تک کہنے کی جرأت کی ہے (النجم مؤلفہ عبدالشکور لکھنوی)

(۱۰) سُنّی اُن تمام لوگوں کو واجب التعظیم جانتے ہیں جنھوں نے امام حسنؑ سے لڑائی لڑی مثلاً معاویہ و عمرو بن العاص وغیرہ۔

(۱۱) سُنّیوں کے نزدیک امام حسنؑ کو زہر نہیں دیا گیا۔ بلکہ کثرتِ ازدواج کے باعث آپ کی موت "مرضِ ذیابیطیس" کے سبب واقع ہوئی ہے (سبائی سبز باغ)

(۱۲) سُنّی، شہادتِ حسنؑ ہی سے انکار کرتے ہیں۔

(۱۳) سُنّی، الزام لگاتے ہیں کہ امام حسنؑ بہت عیش پسند اور فضول خرچ تھے۔ معاویہ سے کثیر رقم حاصل کرکے فضول مصارف میں ضائع کرلیتے تھے (ابنِ تیمیہ و محمود احمد عباسی)

(۱۴) سُنّی شخصیت مسلمان ناصبی عزیر احمد صدیقی کے مطابق امام حسنؑ

نے بہت زیادہ شادیاں کیں یعنی معاذاللہ آپؑ بہت ہی شہوت راں تھے۔

(۱۵) سُنّی، عموماً کہتے ہیں کہ امام حسنؑ، شیعوں کے خلاف تھے اُن سے محبت نہ رکھتے تھے۔

(۱۶) بعض سُنّیوں نے یہ بھی کہا ہے کہ امام حسنؑ نے صلح کرکے اپنے والد کی مخالفت کی ہے اور معاویہ کی حمایت کی ہے۔

(۱۷) اکثر سُنّی، زبانی بحث و مباحثہ میں امام حسنؑ کو بدعتی اور مخالفِ رسُول کہتے ہیں۔

(۱۸) عزیر احمد صدیقی ناصبی کے مطابق امام حسنؑ معاذاللہ اسقدر بزدل تھے کہ انہوں نے کبھی کوئی چوہا بھی نہیں مارا۔

(۱۹) ایک وعظ شریف میں ہم نے ایک سُنّی خطیب سے سنا ہے کہ امام حسنؑ نے ابنِ عمر اور حضرت عمر بن الخطّاب کو پروانۂ غلامی تحریراً دے کر ثابت کر دیا کہ وہ حضرت عمر اور حضرت ابوبکر سے راضی تھے اور اُنکو خلیفۂ رسُول مانتے تھے۔

(۲۰) سُنّی، امام حسنؑ کے جنازے پر تیروں کی بارش کے واقعہ کو قابلِ مذمت نہیں سمجھتے اور اُن لوگوں سے دلی محبت رکھتے ہیں جنھوں نے اِس فعلِ قبیح کا ارتکاب کیا اور ایسا ظالمانہ حکم دیا۔

امامِ حسینؑ سے محبّت

شیعہ نظریات

(۱) شیعہ، امام حسین علیہ السّلام کو تیسرا امام برحق اعتقاد کرتے ہیں اور معصوم و منصوص پیشوا و ہادی مانتے ہیں۔

(۲) شیعہ، ذکرِ حسینؑ کو عبادت سمجھتے ہیں۔

(۳) شیعہ، آپؑ کے مصائب پر آنسو بہانا جنّت کی ضمانت سمجھتے ہیں۔

(۴) شیعہ، آپؑ کے دشمنوں، مخالفوں اور محاربوں کو ملعون جانتے ہیں۔

(۵) شیعہ، آپؑ کے اصحاب و انصار اور دوستداران کو صالحین اعتقاد کرتے ہیں۔

(۶) شیعہ، آپؑ کے قاتلوں پر "تبرّا" کرتے ہیں۔

(۷) شیعہ، امام حسینؑ کو "شہیدِ اعظم" اعتقاد کرتے ہیں۔

(۸) شیعہ، عزاداریٔ سیدالشہداؑ کے مقابلہ میں ہر چیز کو ہیچ جانتے ہیں۔

(۹) شیعہ، ایامِ عزا میں عقیدت سے سوگواری کرتے ہیں کہ جیسے کسی حقیقی عاشق کا معشوق گرفتارِ آلام ہو گیا ہو۔

(۱۰) شیعہ، محبتِ حسینؑ کی خاطر ہر تکلیف برداشت کرتے ہیں۔

(۱۱) شیعہ، ہر اُس شئے کا احترام کرتے ہیں جس کو حسینِ مظلوم سے نسبت دے دی جائے۔

(۱۲) شیعہ، شہادتِ حسینؑ کو بیداریٔ انسانیت قرار دیتے ہیں۔

(۱۳) شیعہ، امام حسینؑ کو بنائے لا الٰہ مانتے ہیں۔

(۱۴) شیعہ، امام حسینؑ کے روضۂ مبارک کی زیارت کرنے کو سعادت جانتے ہیں۔

(۱۵) شیعہ، امام حسینؑ کی قتل گاہ کی مٹی کو خاکِ شفا سمجھتے ہیں۔

(۱۶) شیعہ، سانحۂ کربلا کو معیارِ حق و باطل سمجھتے ہیں۔

(۱۷) شیعہ، امام حسینؑ کے جہادِ بالسیف کو جہادِ اکبر جانتے ہیں۔

(۱۸) شیعہ، امام حسینؑ کے خون کے بدلے اپنے جسم کو زخمی کرتے ہیں۔

(۱۹) شیعہ، امام حسینؑ کی ہر ادا پر مرمٹتے ہیں۔

(۲۰) شیعہ، امام حسینؑ کو اپنا نجات دہندہ اور تعبیرِ ذبحِ عظیم اعتقاد کرتے ہیں۔

سُنّی نظریات

(۱) سُنّی، امام حسینؑ کو باغی، اور یزید ملعون کو خلیفۂ وقت اور امام مانتے ہیں۔ دیکھئے "خلافتِ معاویہ و یزید" (محمود عبّاسی)

(۲) سُنّی، نہ ہی امام حسینؑ کو معصوم و منصوص مانتے ہیں اور نہ ہی ہادی۔ کیونکہ سُنّی کتابوں میں امام حسینؑ سے کوئی قابلِ ذکر روایت منقول نہیں ہوئی۔ بلکہ عمر ابن سعد وغیرہ کی روایات کو سُنّی کتابوں کی زینت بنایا گیا ہے۔

(۳) سُنّی، ذکرِ امام حسینؑ کا بیان کرنا اور سُننا حرام سمجھتے ہیں جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے۔ اور آج بھی لوگ ذکرِ حسینؑ کو بند کرنے کی سعیٔ نامشکورہ میں ہمہ تن مصروفِ عمل ہیں جیساکہ

ادارۂ کتبہ جاء الحق کراچی نے وفاقی وزیرِ مذہبی امور جناب کوثر نیازی سے شکایت کی ہے کہ " ہدایت کے لئے مکہ و مدینہ کافی ہیں۔ آئندہ ذکرِ حسینؑ و ذکرِ علیؑ کی اشاعت نہ کریں۔

(کتاب سیدہ خدیجہ صفحہ [illegible])

(۴) سُنّی کے نزدیک امام حسینؑ کی مصیبتوں پر رونا گناہ ہے۔ اسی لئے شیعہ سے "عزاداری" پر اعتراض کرتے ہیں۔

(۵) سُنّی، دشمنانِ حسینؑ پر لعنت کرنا درست نہیں سمجھتے، بلکہ اُن کے لئے دعائے مغفرت کی سفارش کرتے ہیں۔ جیسا کہ آج کل یزید کو "رحمۃ اللہ علیہ" برسرِ عام کہا جا رہا ہے۔

(۶) سُنّی، انصارانِ حسینؑ کو گروہِ باغی قرار دیتے ہیں، ملاحظہ فرمائیے "خلافتِ معاویہ و یزید" اور معارفِ یزید" وغیرہ۔

(۷) سُنّی، قاتلانِ حسینؑ کو مغفور سمجھتے ہیں جیسا کہ یزید کے بارے میں بخاری کی حدیث منسوب کی جاتی ہے اور شاہ عبدالعزیز وغیرہ لعنت کرنے سے روکتے تھے۔

(۸) سُنّی، شروع سے عزاداریٔ حسینؑ کے مخالف ہیں اور آج بھی آئے دن اُن کی عملی مخالفت کے باعث فرقہ وارانہ فسادات ہوتے رہتے ہیں۔

(۹) سُنّی، محرّم کو خوشی کا مہینہ قرار دیتے ہیں۔ یکم محرّم کو سالِ نو کی مبارکبادی اخبارات میں شائع کراتے ہیں اور شیخ عبدالقادر جیلانی نے روزِ عاشور کو ایک طرح روزِ عید قرار دیا ہے۔

(۱۰) مُحبانِ حسینؑ، سُنّیوں کی آنکھ کا شہتیر ہیں۔ اور اکثر محبتِ حسینؑ کا

مذاق اُڑاتے ہیں، عزاداروں کو محض محبتِ حسینؑ کے جرم میں ایذائیں پہنچائی جاتی ہیں۔

(۱۱) تمام اُن زیارات و نشانیوں کا مذاق اُڑاتے ہیں جن کو شیعہ یادگاراتِ حُسینیہ سے تشبیہ دیتے ہیں۔

(۱۲) شہادتِ امام حسینؑ کو حرصِ منصب و جاہ قرار دیتے ہیں۔
(دیکھئے کتاب خلافتِ معاویہ و یزید مؤلفہ محمود احمد عباسی)

(۱۳) سُنّی کہتے ہیں کہ حسینؑ نے دنیائے اسلام میں لَا اِلٰہ کی بنا ڈالی یعنی 'تبرّا' جاری فرما دیا کیونکہ نہ آپ لڑتے نہ آپ کے انتقام کے بہانے اسلام میں رخنہ انگیزی کا موقعہ ملتا۔ نہ مذہبِ شیعہ ہوتا نہ اسلام میں خون خرابہ ہوتا نہ یہ نفرت و بغض پھیلتا۔
(دیکھئے کتاب سبائی سبز باغ صفحہ ۱۸۲)

(۱۴) سُنّی کے محی السنّہ خلیفہ "متوکل" نے زیاراتِ مقدسہ پر ہل چلوائے اور شہدائے کربلا کی قبروں کی بے حرمتی کی۔ آج بھی سُنّی زیارات کے مخالف ہیں۔

(۱۵) سُنّی، خاکِ شفا کو پسند نہیں کرتے۔ بت پرستی کہتے ہیں۔ جبکہ اِن کے پیرانِ پیر نے غنیۃ الطالبین میں معاویہ کے گھوڑے کے سُموں کی خاک کو اپنے لئے نجات کا ذریعہ تسلیم کیا ہے۔

(۱۶) سُنّی، جنگِ کربلا کو تخت و تاج کی لڑائی کہتے ہیں (محمود عباسی)

(۱۷) سُنّی، معرکۂ کربلا کو ایک بغاوت کی سرکوبی سمجھتے ہیں، دیکھئے محمود احمد عباسی اور عزیر احمد صدیقی)

(۱۸) امام حسینؑ کے خون کو چھپانے کا ہر طریقہ استعمال کرتے ہیں۔

کیونکہ اس ظلم کی ذمہ داری سُنی اشیاخ کے کاندھوں پر پڑتی ہے (امام غزالی)۔

(۱۹) امام حسینؑ کے ہر قدم پر تنقید کرتے ہیں اور اُن کو غلط رَو ثابت کرنے کے لئے پشت در پشت بزرگوں کو کاذب ٹھہراتے ہیں۔ (محمود احمد عباسی، عزیز احمد صدیقی، ابو یزید)

(۲۰) امام حسینؑ کو اسلام کی تباہی کا سبب لکھتے ہیں (عزیز احمد صدیقی)

ہم نے بالکل عام فہم گفتگو میں انتہائی سادگی سے پنجتنؑ پاک سے عقیدت و محبت کا ہلکا سا خاکہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ان تقابلی اُمور کا جائزہ لینے کے بعد کسی صاحبِ عقل اور صاحبِ رائے شخص کو یہ گنجائش نظر نہیں آتی ہے کہ برادرانِ غیر شیعہ کا دعویٰ محبت اہلبیتؑ درست سمجھے۔ بلکہ یہ تارِ عنکبوت سے بھی کچا ہے۔ جب کہ ان کے مذہبی پیشواؤں نے حضرات اہلبیتؑ کو دینی ہادی و حاکم مانا ہے اور نہ ہی ان کو برسرِ اقتدار آنے دیا۔

گہری سیاسی چال

اب ایک بہت اہم سوال ذہنِ انسانی میں آتا ہے کہ آخر جب مذہبِ سُنیہ کی راہیں مذہبِ اہلبیتؑ سے کوسوں دُور ہیں اور دونوں ایک دوسرے کے متوازی ہیں۔ تو پھر آخر کیا وجہ ہے کہ سُنی حضرات متمسک بالثقلین ہونے کا دعویٰ جاری رکھتے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ خدائی اعجاز ہے اس نے اپنے حقیقی مقررہ ہادیوں کا غلبہ ثابت کیا ہے کہ اُن کے منتخب کردہ خلفاء بالتخت و تاج و حکومت بھی اصلی حاکم ہوتے ہیں اور دشمن بھی مجبور ہیں کہ اُن کی حاکمیت طوعاً و کرہاً مانیں۔

بہرحال اس گہری سیاسی چال کا مکمل و مفصل حال ہم آئندہ کسی موقع پر بیان کریں گے کہ یہ محبت محض ایک حربہ ہے بلکہ جنگی حیلہ ہے جسے اہلسنت نے خاص موقعوں پر استعمال کیا ہے۔ تاکہ اس محبت کے جال میں سیدھے سادے لوگوں کو گرفتار کیا جا سکے۔

الغرض رسالہ ہٰذا کی طوالت و ضخامت کے خدشہ کی خاطر اب ہم اسی مختصر بیان پر اکتفا کرتے ہوئے قارئین کو دعوتِ غور دیتے ہیں۔ کہ وہ خود انصاف کریں گے۔ اہلبیتِ رسولؐ سے حقیقی محبت شیعہ مسلمان رکھتے ہیں یا غیر شیعہ مسلمان'

اس رسالہ کی ترتیب میں حقیر نے منشی سید سجاد حسین صاحب قبلہ بارہوی اعلی اللہ مقامہٗ کی کتاب مستطاب "اعجازِ داؤدی" سے کافی استفادہ کیا ہے۔ لہٰذا قارئین کی خدمت میں گذارش ہے کہ مولانا موصوف کے ایصالِ ثواب کی خاطر "سورۂ فاتحہ" کی تلاوت فرما کر ماجور و مثاب ہوں۔ "شکریہ"۔

تمسک بالصحابہ

اب آخر میں ہم ایک حدیثِ نبویؐ نقل کر کے اجازت چاہتے ہیں۔ اس حدیث کے مضمون پر غور کرنے سے "مذہبِ سنیہ" کی بنیاد اُکھڑ جاتی ہے کیونکہ ان کا مذہب "تمسک بالصحابہ" ہے۔

حضرت اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا' میرے بعض صحابی ایسے ہوں گے جن کو نہ میں قیامت کو دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھیں گے۔ حضرت عمر ابن خطاب نے اُم المومنینؓ سے دریافت کیا کہ آپ (اُم سلمہؓ) قسم کھا کر بتائیں کہ کیا میں (عمر ابن خطاب) بھی اُن لوگوں میں سے ہوں جن کو حضور صلعم نہ دیکھیں گے۔ اور نہ ان کو زیارتِ رسولؐ نصیب ہوگی؟ تو بی بی اُم سلمہؓ نے ارشاد فرمایا کہ میں (اُم سلمہؓ) نہ تم

(عمر ابن خطاب) کو ان لوگوں سے خارج کر سکتی ہوں اور نہ داخل بتلا سکتی ہوں۔
دیکھئے کتاب "استیعاب" مؤلفہ علامہ اہلسنت عبد البر صفحہ ۴۴۳ ۔

اب آپ خود سوچ سمجھ کر فیصلہ فرمائیں! ایسے لوگوں کو ہادی و پیشوا بنانا مفید ہوگا! جن کے بارے میں یہ شک ہو کہ وہ دیدارِ رسُول سے محروم ہوں گے یا وہ ہادیٔ برحق نجات کا سفینہ ہوں گے جن کے متعلق رسُولِ کریم نے ضمانت دی اور یقین دہانی کرائی کہ اہلبیت اور قرآن اُس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے جب تک کہ میرے پاس "حوضِ کوثر" پر نہیں پہونچ جاتے۔

حتمی و عقلی فیصلہ عقلِ انسانی کا ناطق فیصلہ یہی ہوگا کہ اُس کشتی میں سوار ہوا جائے جس کا منزلِ مقصود تک پہنچنا یقینی ہے نہ کہ اُس بیڑے پر بیٹھا جائے جس کا بیڑا غرق ہوگا۔

دُعائے خیر پس دُعا ہے کہ ربّ العزت تمام اہلِ اِسلام کے دِل میں اہلبیتِ رسُول کی مؤدّۃ پیدا کرے اور ہر مسلمان کو راکبِ سفینۂ نوح بننے کی توفیق دے۔ تاکہ بیڑا پار ہو (آمین)

"والسلام"

العارض

عبد الکریم مشتاق

(تحریر نمونہ دستی [illegible])